ٹارزن

ٹارزن

پہلا حصّہ

ایڈگر رائس بروز

مظہر انصاری دہلوی

فیروز سنز پرائیویٹ لمیٹڈ

بار پنجم ۱۹۷۱

تعداد ۳۰۰۰

قیمت ۴روپے

بغاوت

ایک دفعہ کا ذکر ہے، انگلستان میں ایک نوّاب جان کِلیٹَن رہا کرتا تھا۔ وہ بہت امیر تھا۔ اُس کی شادی ایک خوب صورت اور شریف لڑکی سے ہوئی تھی، جس کا نام ایلس تھا۔ ایلس کو اپنے شوہر سے بڑی محبّت تھی اور وہ اُس کے ساتھ ہنسی خوشی زندگی بسر کر رہی تھی۔

جان کِلیٹَن ہونے کو تو ایک امیر خاندان کا پڑھا لکھا آدمی تھا مگر اُس کا مزاج فوجی تھا کیونکہ وہ فوج کی نوکری کر چکا تھا۔ فوجیوں کا خُون گرم ہوا

کرتا ہے اور وہ لڑنے مرنے کو کھیل سمجھتے ہیں۔ جان کلِیٹَن بھی بڑا لڑاکا تھا۔ اُس کی پیٹی میں ہر وقت بھرا ہوا پستول اُڑسا رہتا تھا اور اُس کا نشانہ اچُوک تھا۔ اس لیے جو کوئی اس سے اُلجھ بیٹھتا تھا، اس کی کم بختی آ جاتی تھی۔

انگلستان کی حکومت نے جب یہ دیکھا کہ کلِیٹَن ایک بہادر اور ذہین نوجوان ہے تو اُس نے فیصلہ کیا کہ اُسے ایک اُونچا عہدہ دے کر مغربِی افریقہ بھیجا جائے۔ مغربِی افریقہ پر اُن دِنوں انگریزوں کا قبضہ تھا۔ کلِیٹَن فوراً آمادہ ہو گیا۔

انگلستان سے مغربِی افریقہ سمندر کے راستے جاتے ہیں۔ کلِیٹَن نے اِس سفر کی تیّاری شروع کر دی۔ اُس کی بیوی نے کہا کہ میں بھی ساتھ چلوں گی۔ کلِیٹَن جس علاقے میں جا رہا تھا وہاں ایک تو گرمی اِس بلا کی پڑتی تھی کہ ہر وقت بھاڑ سا بھُنا رہتا تھا، دوسرے وہاں خُوں خوار وحشی جانور بھی ہوتے تھے۔ پھر وہاں کے کالے باشندے بھی حیوانوں سے کچھ کم نہیں

تھے۔ وہ انسانوں کا گوشت کھاتے، ان کا خُون پانی کی طرح پیتے اور ہڈّیاں تک چبا ڈالتے تھے۔ اِس وجہ سے کِلیٹَن بیوی کو ساتھ لے جاتے ہوئے جھجکا مگر ایلس ضد کرنے لگی کہ میں تو ساتھ جاؤں گی۔ مجبور ہو کر کِلیٹَن نے اُسے بھی ساتھ لے لیا۔

وہ دونوں انگلستان سے ایک جہاز میں بیٹھ کر روانہ ہوئے اور افریقہ کے ایک شہر 'فری ٹاؤن' میں جا اُترے۔ وہاں سے وہ اُس جہاز میں سوار ہوئے جسے مغربی افریقہ جانا تھا۔

اِس جہاز کا نام فُوالڈا تھا۔ جہاز کیا تھا مستولوں والی ایک بڑی سی کشتی تھی۔ ایسی کشتیوں سے تجارتی مال لانے لے جانے کا کام لیا جاتا تھا۔ اُن کے ملّاح بڑے نڈر اور جھگڑالو ہوتے تھے۔ بات بات پر لوگوں کے گلے کاٹنے کو تیّار ہو جاتے تھے۔

فُوالڈا میں بھی ایسے ہی لوگ ملازم تھے۔ پھر اُن پر جو افسر تھے وہ بھی اُن سے کچھ کم بدمعاش نہ تھے۔ نوکروں کو بات بات پر دھمکاتے، ڈانٹتے اور

مارتے پیٹتے۔ اِس وجہ سے افسروں اور ملازموں میں ہر وقت تناتنی رہتی تھی۔ جہاز کا کپتان پَرلے درجے کا ہٹ دھرم اور ظالم انسان تھا۔ وہ جہازیوں اور ملّاحوں کے ساتھ حیوانوں جیسا سلوک کرتا تھا۔ اُس کا کہنا تھا کہ یہ اُجڈ اور وحشی لوگ ڈنڈے یا گولی کے علاوہ کوئی زبان سمجھتے ہی نہیں۔

جان کلِیٹَن نے بہت جلد تاڑ لیا کہ جہاز کے ملازم اپنے افسروں کے خلاف بھرے بیٹھے ہیں اِس لیے کسی نہ کسی دِن ضرور بغاوت کریں گے۔ اُسے اپنی جان کا خوف نہیں تھا۔ مگر بیوی کی وجہ سے دُبدھا میں پڑ گیا اور ہر وقت چوکس رہنے لگا۔

آخر وہی ہوا جس کا ڈر تھا۔ فری ٹاؤن سے روانہ ہونے کے دوسرے دِن صُبح کو ملّاح عرشہ دھو رہے تھے۔ کپتان اُدھر سے گزرا تو کلِیٹَن سے دو باتیں کرنے کے لیے رُک گیا۔ عرشہ دھونے والے ملّاحوں میں سے ایک اُس کے عین پیچھے تھا۔ کپتان باتیں کرنے کے بعد چلنے کے لیے مڑا تو اُس

سے ٹکرا کر گِر پڑا۔ اس سے وہ کنستر اُلٹ گیا جس میں عرشے کا میل کچیل اکٹھا کیا جارہا تھا۔ کپتان گالیاں دیتا ہوا اُٹھا اور اُس کے اِتنے زور سے تھپڑ مارا کہ بے چارہ عرشے پر چاروں شانے چت گِرا۔

یہ ملّاح بوڑھا بھی تھا اور دُبلا پتلا بھی۔ تو وہ مار کھا کر چُپ ہو رہا۔ لیکن دوسرا ملّاح جس کا جسم ریچھ جیسا اور گردنِ بیل کی سی تھی غرّاتا ہوا کپتان پر آپڑا اور اُس کے گھٹنوں پر اتنے زور سے چوٹ ماری کہ وہ لڑکھڑا کر گِر پڑا۔

کپتان کا چہرہ پہلے غصّے سے سُرخ ہو رہا تھا، اب خوف سے سفید پڑ گیا۔ یہ بغاوت تھی۔ اُس نے پستول نکال کر ملازم پر فائر کر دیا۔ مگر اُس نے جتنی پھُرتی سے فائر کیا، جان کلِیٹَن نے اُس سے زیادہ پھُرتی سے آگے بڑھ کر اُس کے بازو پر زور سے ہاتھ مارا اور جو گولی جہازی کے دِل پر لگتی، وہ اُس کی ٹانگ پر لگی۔

کلِیٹَن نے کپتان کو بُرا بھلا کہا اور بولا "میں ملّاحوں پر ظلم ہوتا نہیں دیکھ سکتا۔"

کپتان غصّے میں آ کر کچھ کہنے کو ہوا مگر پھر کچھ سوچ کر رُک گیا اور بڑبڑاتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ وہ حکومتِ برطانیہ کے ایک افسر سے بگاڑنی نہیں چاہتا تھا۔

بوڑھے ملّاح نے اپنے زخمی ساتھی کو اُٹھا کر کھڑا کیا۔ زخمی ملّاح کا نام بلیک مائیکل تھا۔ اُس نے زخمی ٹانگ پر زور دے دے کر دو چار قدم چل کر دیکھا۔ معلوم ہوا کہ ٹانگ زخمی تو ہے مگر وہ چل سکتا ہے۔ اس نے کلِیٹَن کا شکریہ ادا کیا اور وہاں سے چلا گیا۔

اِس کے بعد کوئی خاص واقعہ تو نہیں ہوا مگر آثار بُرے ہی تھے۔ ملّاح مارے باندھے سے کام کر رہے تھے۔ افسر اُنہیں جا بے جا مارتے پیٹتے رہتے تھے۔ جہاز کا کپتان اور افسر جان کلِیٹَن اور اس کی بیوی سے پَرے پَرے ہی رہتے۔ وہ دونوں بھی اُن سے نہ ملتے۔ ایک رات وہ کھانے کے بعد اپنے کیبن میں پہنچے تو دیکھا کہ سب سامان اُلٹا پُلٹا پڑا ہے۔ کلِیٹَن ڈرا کہ کہیں اُس کا پستول تو نہیں چُرایا گیا ہے۔ اُس نے جلدی جلدی سامان ٹٹولا، وہی

بات نکلی۔ اُس کا پستول اور گولیوں کا تھیلا دونوں غائب تھے۔ اُن کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں چرائی گئی تھی۔

"اب کیا کریں؟" ایلس گھبرا گئی۔ "کپتان سے کہیں۔"

"بیکار ہے۔" کِلیٹَن بولا۔ "پھر بھی کہہ دیکھتا ہوں۔"

وہ بات کرتے کرتے کیبن کے دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔ ایلس بھی اُسی طرف دیکھ رہی تھی۔ کواڑوں کے تلے سے کاغذ کا ایک پرزہ اندر کی طرف بڑھایا جا رہا تھا۔

کِلیٹَن نے پرزہ اٹھا کر پڑھا۔ لکھا تھا۔

"اگر تمھیں اپنی جانیں عزیز ہیں تو پستول اور گولیوں کی چوری کی اطلاع کسی کو نہ دو۔"

"نہیں۔" کِلیٹَن نے پرزہ پڑھ چکنے کے بعد کہا۔ "کپتان کو اطلاع ضرور دینی چاہیے۔"

مگر جب کیبن کے کواڑ کھولنے چاہے تو معلوم ہوا کہ وہ باہر سے بند کر دیئے گئے ہیں۔

اگلے دِن نور کے تڑکے وہ گولیوں کی آوازوں سے جاگے۔ کلِیٹَن نے منہ لٹکا کر کہا۔ "بغاوت ہو گئی۔"

اس کا یہ اندازہ دُرست تھا۔ ملّاحوں نے افسروں کے خلاف بغاوت کر دی تھی۔ مگر افسر بھی ان کا مقابلہ کرنے کے لیے تیّار بیٹھے تھے۔ کپتان نے دو مرتبہ پستول چلّایا۔ دو ملّاح مر گئے۔ اس پر تمام ملّاحوں نے مل کر افسروں پر حملہ کر دیا اور ان میں سے کچھ کو مار ڈالا اور کچھ کو زخمی کر دیا۔

افسروں کے چیخیں مارنے کی، گولیاں چلنے، زخمیوں کے کراہنے اور مار پیٹ ہونے کی آوازیں کلِیٹَن اور ایلس کے کانوں میں آتی رہیں۔ وہ اپنے کیبن میں قید تھے۔ پھر بلیک مائیکل کے حکم سے مُردے اور زخمی سب سمندر میں پھینک دیئے گئے۔ اُنہیں فوراً شارک مچھلیوں نے کھا لیا۔

اب کلِیٹَن کے کیبن کا دروازہ کھُلا اور مائیکل اندر آیا۔ وہ سر سے پاؤں تک

خُون میں لِتھڑا ہُوا تھا۔ اُس کے ساتھ جو ملّاح تھے، ان میں سے ایک نے چیخ کر کہا۔ "یہ دو اور ہیں مچھلیوں کے لیے۔"

مگر مائیکل نے کلِیٹَن اور ایلس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "یہ دونوں میرے دوست ہیں۔ انہیں کچھ نہیں کہنا ہے۔ سمجھ گئے تم لوگ۔"

یہ کہہ کر وہ اپنے ساتھیوں سمیت کیبن سے باہر چلا گیا۔

بغاوت کے پانچویں دِن جہاز شام ہوتے ہی ایک چھوٹی سی بندر گاہ میں پہنچا اور لنگر ڈال دیا۔ جب رات ہوئی تو جنگل کی طرف سے شیر کی دہاڑ سنائی دی۔ کبھی کبھار چیتے کی چیخ بھی سنائی دے جاتی۔ ایلس نے خوف سے کانپتے ہوئے اپنے شوہر کا ہاتھ پکڑ لیا۔

تھوڑی دیر بعد مائیکل اُن کے پاس آیا اور کہنے لگا۔ "اِس بغاوت کے گواہ صرف آپ ہی دونوں ہیں۔ اگر ہم نے آپ کو کسی بندر گاہ پر اُتارا تو پُوچھ گچھ شروع ہو جائے گی۔ اور۔۔۔"

وہ بولتے بولتے رُک گیا۔ پھر بولا۔ ”اور سب تو یہی کہہ رہے ہیں کہ آپ دونوں کو بھی مار ڈالا جائے مگر میں یہ نہیں چاہتا۔ آپ نے میری جان بچائی تھی۔ اُس کے بدلے میں مَیں آپ کی جان بچاؤں گا۔ آپ کا سامان بھی تھوڑی بہت خوراک سمیت آپ کے حوالے کر دیا جائے گا۔ خیمے کے لیے ایک دو بادبان بھی مِل جائیں گے۔ بس اِس سے زیادہ میں اور کچھ نہیں کر سکتا۔“ اور وہاں سے چلا گیا۔

اگلے دِن صُبح ہی جان کلِیٹَن کا سارا سامان کشتیوں میں لاد کر ساحل پر اُتار دیا گیا۔ نمک لگا ہوا گوشت، بسکٹ، آلو، ماچس، برتن، اوزار، رسّیاں دو پُرانے بادبان جہازیوں نے اپنی طرف سے دے دیئے۔

مائیکل اِن میاں بیوی کے ساتھ ساحل پر آیا اور پُوچھنے لگا۔ ”آپ اس جہاز پر کِس لیے سوار ہوئے تھے؟“

جان نے بتایا۔ ”میں ایک خاص کام سے جا رہا تھا۔“

”سرکاری کام تھا؟“

”ہاں۔“

”گویا۔ اگر آپ اُس مقام پر نہ پہنچے تو جو لوگ آپ کا وہاں اِنتظار کر رہے ہیں وہ آپ کو ڈھونڈنا شروع کر دیں گے؟“

”ہاں۔“ جان نے کہنے کو کہہ دیا مگر دِل میں سوچا کہ کہیں مائیکل اس مہربانی پر، جو اُس نے ہمارے حال پر کی ہے، پچھتا تو نہیں رہا۔

بلیک مائیکل پوچھ رہا تھا۔ ”تم تو نوّاب ہو نا؟“ جان نے سر ہلا دیا۔

”میرا خیال ہے۔“ مائیکل نے کہا۔ ”کہ انگلستان کی ملکہ خود تُمہاری تلاش کا حکم جاری کرے گی؟“ جان نے پھر سر ہِلا دیا۔

”ہاں تو بس۔“ مائیکل بولا۔ ”آپ لوگ یہیں رہیے۔ یہ اِنتظام بالکل ٹھیک رہے گا۔ مَیں حکُومتِ برطانیہ کو بتا دُوں گا کہ آپ لوگ کہاں ہیں۔ اُس کا سمندری بیڑا آپ کو تلاش کر لے گا۔ جب خود کسی محفوظ مقام پر پہنچ جاؤں گا۔“

اس کے بعد مائیکل کشتی میں بیٹھ کر جہاز پر چلا گیا جو بہت جلد وہاں سے روانہ ہو گیا۔ دو مہینے بعد ایک ساحل کے قریب اِس جہاز کا ٹوٹا پھُوٹا ڈھانچا مِلا تو دُنیا کو یقین ہو گیا کہ وہ کسی چٹان سے ٹکرا کر تباہ ہو گیا اور جتنے آدمی اس پر سوار تھے، وہ سب سمندر میں ڈُوب گئے۔ چھ برطانوی جنگی جہاز اُسے ڈھونڈتے پھر رہے تھے۔ اُن کو واپس بلا لیا گیا۔ اور یوں نوّاب جان کلیٹَن کی تلاش کی مہم ختم کر دی گئی۔

اِدھر جب یہ دونوں میاں بیوی افریقہ کے ساحل پر کھڑے اُس جہاز کو نظروں سے اوجھل ہوتا دیکھ رہے تھے۔ تو ایک ٹیکرے پر سے دو ڈگر ڈگر کرتی ہوئی آنکھیں اُنہیں گھور رہی تھیں۔ جن کے اُوپر جھبری بھویں کسی خُوں خوار حیوان کی بھَنویں معلوم ہوتی تھیں۔

گوریلوں کا حملہ

جان نے سب سے پہلے تو پستول بھر کر جیب میں رکھا۔ پھر جنگل کے سِرے پر ایک مچان بنایا، جس پر لکڑیوں کے ایک چوکھٹے کی چھت ڈال لی اور اُس کے چاروں طرف بادبانوں کے ٹکڑوں کے پَردے لٹکا دیے۔ رات کو وہ اپنے اِس گھر میں سونے لیٹے تو کبھی شیر کی دھاڑ سے آنکھ کھُل گئی، کبھی چیتے کی خوف ناک چیخ سے جاگ اُٹھے۔

ایک مہینے تک تو وُہ اِسی مچان پر گُزر بَسر کرتے رہے۔ پھر جان نے زمین پر شہتیروں کا ایک کیبن بنالیا جس میں وُہ درندوں سے محفوظ رہ سکتے تھے۔

ایک دِن وہ اپنے گھر سے تھوڑی دُور ایک درخت کِرا رہا تھا کہ ایک گوریلا نمُودار ہُوا۔ اُس وقت اِتفاق سے وُہ اپنا پستول کیبن میں چھوڑ آیا تھا۔ وہ کیبن کی طرف بھاگا۔ اُس کی بیوی اُس وقت کیبن کے باہر بیٹھی ہوئی تھی۔ اُس نے چِلاّ کر بیوی سے کہا کہ اندر جا کر دروازہ بند کر لے اور خود گوریلے کے مُقابلے کے لیے ڈٹ گیا جو اُس کے اور کیبن کے درمیان راستہ روکے کھڑا تھا۔

یہ خوفناک گوریلا بہت لمبا تڑنگا اور بھاری بھرکم تھا۔ اُس کی آنکھیں جھبری بھَووَں تلے چمک رہی تھیں اور اُس نے غرّاتے ہوئے اپنے لمبے لمبے دانت باہر نکال رکھے تھے۔

جان نے دیکھا کہ اُس کی بیوی بندوق ہاتھوں میں لیے ہُوئے کیبن سے باہر نکلی ہے۔ اُسے معلوم تھا کہ وہ ہتھیاروں سے ڈرتی ہے۔ وہ چیخا۔ "ایلس! تم اندر جا کر دروازہ بند کر لو۔" اچانک گوریلے نے حملہ کر دیا۔ جان کے ہاتھ میں کلھاڑی تھی۔ اُس نے کُلہاڑی گوریلے کے سر پر مارنے کے لیے

گھمائی۔ مگر گوریلے نے اُسے اُس کے ہاتھ سے چھین کر اِس طرح پھینک دیا جیسے تِنکا ہو اور اس کے بعد جان کو آن دبوچا۔ اچانک بندوق چلنے کی آواز آئی۔ گوریلے نے جان کو اِس طرح پَرے پھینکا جیسے وہ کوئی گُڈّا ہے اور ڈری سہمی ہوئی ایلس کی طرف چلا جو دوبارہ بندوق بھرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ گوریلا ایک دِل ہِلا دینے والی چیخ مار کر ایلس پر جا پڑا۔ اُس وقت اُس کے کندھوں سے خون کے فوّارے چھوٹ رہے تھے۔ وہ ایلس کی گولی سے شدید زخمی ہو گیا تھا۔

جان چھلانگیں مارتا ہوا گوریلے کے پاس پہنچا اور اُسے ایلس پر سے گھسیٹنے کی کوشش کرنے لگا جو زمین پر گری پڑی تھی۔ مگر جب اُس نے گوریلے پر ہاتھ ڈالا تو معلوم ہوا کہ وہ مر چکا ہے۔ جان نے اُسے دھکیل کر پَرے لُڑھکا دیا۔

ایلس زخمی نہیں ہوئی تھی۔ جان اُسے کیبن کے اندر لے گیا اور وہ کچھ دیر بعد ہوش میں آگئی۔

اُسی رات اُس خوفناک جنگل میں اللہ میاں نے جان اور اُس کی بیوی کو چاند سا بچّہ دیا۔ اُس وقت اُن کے کیبن کے دروازے کے آگے ایک چیتا چیخیں مار رہا تھا اور ٹیکرے کے پَرے سے ایک شیر کے کھانسنے کی آواز آرہی تھی۔

ایلس کے دل میں گوریلے کے حملے سے جو خوف بیٹھ گیا تھا وہ دُور نہ ہو سکا اور وہ بچّہ پیدا ہونے کے ایک برس بعد مر گئی۔

رات کو سوتے میں اُس کی جان نکلی۔ اِس لیے جان کو اُس کے مرنے کے کئی گھنٹے بعد پتا چلا کہ اُس کی بیوی مَر گئی ہے اور اب اُس پر ایک برس کے بچے کو پالنے کی ذمہ داری آن پڑی ہے۔ وہ ڈائری لکھا کرتا تھا۔ اُس نے اُس دِن اپنی ڈائری میں یہ الفاظ لکھے۔ "میرا ننّھا بچہ دُودھ کے لیے رو رہا ہے۔ ایلس، ایلس! میں کیا کروں"!

یہ آخری الفاظ تھے جو اُسے لکھنے نصیب ہوئے۔ وہ قَلم ہاتھ سے رکھ دینے کے بعد اپنا سر دونوں ہاتھوں میں تھامے بیٹھا تھا کہ اچانک ایک گوریلا

کیبن کے اندر گھُسا۔ وہ اِس طرح دبکا دبکا آگے بڑھ رہا تھا جیسے حملہ کرنے کو ہے۔ جان جھر جھری لے کر اُٹھا۔

وہ گوریلے کا مُقابلہ کرنا چاہتا تھا مگر دروازے کی طرف دیکھا تو خوف کے مارے اُس کا خُون رگوں میں جمنے لگا۔ وہاں تین گوریلے اور کھڑے تھے اور اُن کے پیچھے خبر نہیں اور کتنے گوریلوں کی بھیڑ تھی۔ اِدھر اُس کے پستول اِس وقت بندُوق کے پاس دیوار پر لٹکے ہوئے تھے جو اُس سے بہت دُور تھی، اُدھر گوریلا حملہ کر رہا تھا۔

گوریلے نے کلِیٹَن کو دبوچ کر چند منٹ کے اندر اندر اُس کا دم نکال دیا۔ اُس کے بے جان جِسم کو زمین پر پھینک کر اُس جھولے کی طرف مُڑا جس میں سے ایک ننّھے بچّے کے رونے کی آواز آ رہی تھی۔ مگر اُس سے پہلے اُس کے قبیلے کی ایک گوریلی وہاں جا پہنچی اور بچّے کو اُٹھا کر چھاتی سے چمٹا لیا۔ گوریلے نے بچّہ اُس سے چھیننا چاہا مگر گوریلی جھپٹ کر دروازے سے باہر نکل گئی اور ایک اُونچے درخت پر چڑھ گئی۔

اُس گوریلی کا نام کالا تھا۔ وہ اُس گوریلے کے قبیلے سے تھی جس نے کلِیٹَن کو ہلاک کیا تھا۔ اِس قبیلے میں ساٹھ کے قریب گوریلے اور گوریلیاں تھیں۔ اِن کا لیڈر وہی گوریلا تھا جس نے کلِیٹَن کو مارا تھا۔ اس کا نام کرچاک تھا۔ کرچاک بہت طاقت وَر تھا۔ اُس سے جنگل کے سب جانور ڈرتے تھے۔ جب کبھی اُسے غصّہ آجاتا تو جو کوئی ہاتھ لگ جاتا اُس کو پلک جھپکنے میں جان سے مار ڈالتا۔ آج صُبح اُس نے غُصّے میں آکر کالا گوریلی کے بچّے کو مار ڈالا تھا۔ کالا کو اپنے بچّے سے بڑی محبّت تھی۔

وہ تھی تو ایک گوریلی مگر اُس کا جِسم گوریلوں جیسا بھدّا نہیں تھا۔ اُس کا ماتھا اُبھرا ہُوا اور کافی چوڑا تھا، اس لیے اُس میں اور گوریلوں سے زیادہ عقل تھی۔ اُس نے اپنے مَرے ہوئے بچّے ہی کو اُٹھا کر چھاتی سے چمٹا لیا تھا اور جب کرچاک نے قبیلے کو سفید انسان کے کیبن کی طرف چلنے کا حکم دیا تھا تو وہ اپنے بچّے کی لاش کو سینے سے لگائے ہوئے ہی اُدھر چلی پڑی تھی۔ اب اُس نے یہ لاش جھولے میں ڈال دی تھی اور بچّے کو لے کر بھاگ گئی تھی۔

کالا نے درخت کی پھُننگ پر چڑھ کر روتے ہوئے بچّے کو اپنے بازوؤں میں جھُولا جھلانا شروع کیا تو وہ چُپ ہو گیا۔ پھر اُس نے اُس کے منہ میں دُودھ دیا تو وہ چُسر چُسر پینے لگا۔

جب اِن گوریلوں کا قبیلہ کیبن کے سامان کو دیکھ بھال چُکنے کے بعد واپس ہونے لگا تو کالا بھی اپنے بچّے کو لیے ہوئے درخت سے اُتر آئی اور قبیلے کے ساتھ ہولی۔

بعض گوریلوں نے کالا کے عجیب بچّے کو اس سے لے کر دیکھنا چاہا۔ کالا نے فوراً دانت نکال لیے اور اِس طرح غُرّانے لگی جیسے انہیں پھاڑ کھانے کو ہے۔ جب اُنھوں نے اُسے یقین دِلا دیا کہ وہ بچّے کو کچھ نہیں کہیں گے تَب کہیں اُنہیں پاس آنے دِیا۔ کالا نے ایک خاص بات یہ بھی کی کہ بچّے کو ایک ہاتھ میں تھامے، سینے سے لگائے رہی، ورنہ گوریلیاں اپنے بچّوں کو پیٹھ پر لاد لیتی ہیں اور بچّے اپنے ہاتھ اُن کی جھبری گردنوں میں ڈال کر اور ٹانگیں اُن کی بغلوں میں سے گزار کر آنکڑا ڈال لیتے ہیں۔ مگر کالا نے اس

اِنسان کے بچّے کو بڑی مضبوطی سے اپنے سینے سے چمٹا رکھا تھا اور بچّے کے
ننھے ننھے ہاتھوں نے اُس کی چھاتی کے لمبے لمبے بالوں کو پکڑ لیا تھا۔

ننّھا ٹارزن

کالا نے اِس بچّے کا نام ٹارزن یعنی ''سفید کھال والا'' رکھا۔ کالا کے شوہر نے اُس سے بہتیرا کہا کہ اِس بچّے کو کہیں پھینک دے، یہ بڑا ہو کر طاقتور گوریلا کبھی نہ بن سکے گا۔ تجھے اِس کو ہمیشہ لیے لیے پھِرنا ہو گا اور اِس کی حِفاظت بھی کرنی پڑے گی۔ مگر کالا نے جواب دیا کہ وہ اِس کو اپنے سے کبھی جُدا نہ کرے گی اور اگر ساری عُمر لیے لیے پھِرنا پڑا تو خوشی سے لیے پھِرے گی۔

جب ٹارزن دس برس کا تھا تو اُس میں اِتنی طاقت تھی جتنی تیس برس کی عمر

کے آدمی میں ہوتی ہے۔ وہ درختوں پر بڑی آسانی سے چڑھ جاتا اور درختوں درختوں گھنٹوں سفر کرتا رہتا۔ وہ بیس فُٹ کی چھلانگ لگا لیتا، شاخوں شاخوں زمین پر اُترتے میں بیس بیس فُٹ کی کُودائی کر سکتا تھا اور اُونچے سے اُونچے درخت کی پھُننگ تک گلہری جیسی آسانی اور پھُرتی سے پہنچ جاتا تھا۔

وہ عقل میں گوریلوں سے بڑھ کر تھا مگر قدَ کاٹھ میں اُن سے کم تھا۔ گوریلوں کے بچّے اپنی عُمر کے دسویں برس میں چھ چھ فُٹ اُونچے ہو گئے تھے مگر ٹارزن اِس عُمر میں اُن سے ٹِھنگنا ہی تھا۔ ٹارزن کو یہ بات کھٹکتی تھی کہ وہ دوسرے گوریلوں سے مختلف ہے۔ ایک تو اُس کے جسم پر اُن کی طرح بال نہیں تھے، دُوسرے اُس کا چہرہ اُن کے چہروں سے بہت چھوٹا تھا۔ اُن کے دانت لمبے لمبے تھے۔ اُس کے دانت اُن سے چھوٹے تھے اور ناک کے نتھنے تو گوریلوں کے نتھنوں کے مقابلے میں اِتنے تنگ اور چھوٹے چھوٹے تھے کہ خیال کر کے بھی اُسے شرم آتی تھی۔

ایک دِن وہ اپنے ایک چچیرے بھائی کے ساتھ ایک جھیل پر پانی پینے گیا تو وہاں پانی میں اپنا چہرہ دیکھ کر اُسے اِن باتوں کا احساس ہوا۔

وہ پانی میں اپنا چہرہ دیکھنے میں اِتنا کھویا ہوا تھا کہ ایک بھاری بھر کم حیوان کے دبے پاؤں اپنی طرف بڑھنے کی آہٹ بھی نہ سُنی۔ اُس کا ساتھی گوریلا بچّہ چُپ کر کے پانی پی رہا تھا اِس لیے اس کے کان میں بھی آہٹ کی آواز نہ پڑی۔

اِن دونوں کے صرف تیس قدم پیچھے ایک شیر دُبکا بیٹھا تھا۔ وہ اپنی دُم ہِلاتا رہا۔ پھر اُس نے بہت دبے پاؤں آگے بڑھنا شروع کیا۔ جب وہ اِن دونوں سے صِرف دس فُٹ اِدھر رہ گیا تو پچھلی ٹانگیں سُکیڑ کر جِسم کے تلے کر لیں۔ اُس کا پیٹ زمین سے لگا ہوا تھا۔ یکایک ایک دہشت ناک چیخ کے ساتھ اُس نے چھلانگ ماری۔

گوریلا بچّہ خوف کھا کر لَرز اُٹھا اور وہ مارا گیا۔ مگر اِنسان کے بچّے ٹارزن کے دماغ میں عقل تھی۔ وہ شیر کی چیخ سُنتے ہی جھیل میں کُود گیا اور جب ڈوبنے لگا تو اُوپر اُٹھنے کی کوشش میں ہاتھ پاؤں چلانے لگا۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ وہ اُوپر آ گیا اور جب اُس نے دیکھا کہ اِس طرح ہاتھ پاؤں مارنے سے وہ پانی پر ٹھہرا رہ سکتا ہے اور آگے بھی بڑھ سکتا ہے، تو تیرنے لگا۔

جب وہ کنارے کے ساتھ ساتھ تیرتا چلا جا رہا تھا تو شیر جو اُس کے ساتھی کی لاش کو دبوچے بیٹھا تھا، اِس اُمید میں اُس پر نظریں گاڑے رہا کہ وہ کنارے پر آ جائے گا۔ مگر ٹارزن نے کنارے کا رُخ نہ کیا اور وہ آواز لگائی

جو اُس کے قبیلے والے مُصیبت میں پھنس جانے کے بعد لگایا کرتے تھے۔ فوراً کچھ دُور سے جوابی آواز سُنائی دی اور پھر چالیس پچاس گوریلے وہاں آ پہنچے۔ اِن کے پیچھے کالا بھی تھی اور اُس ننّھے گوریلے کی ماں بھی جس کی لاش شیر دبائے بیٹھا تھا۔

شیر، گوریلوں کو دیکھ کر نفرت سے غرّایا اور پھر اُچھل کر ایک جھاڑی کے اندر گھُس گیا۔ ٹارزن جلدی جلدی کنارے تک پہنچ کر خشکی پر چڑھ آیا۔

کالا نے اُسے فوراً چھاتی سے چمٹا لیا اور چمکارنے لگی۔ وہ اِنسان کے اِس بچے سے سچ مُچ بہت محبّت کرتی تھی، مگر اُس کا شوہر ٹارزن سے جلتا تھا۔ اُس نے کئی مرتبہ اُس کو ہلاک بھی کرنا چاہا تھا مگر جِسے خُدا رکھے، اُسے کون چکھے۔

ٹارزن نے لمبی گھاس کو بَل دے کر رسّی بنانا سیکھ لیا تھا اور رسّیوں میں گِرہیں لگانے اور اُن کے پھندے بنانے بھی سیکھ لیے تھے۔ ایک دِن اُس نے ایک گوریلا بچّے کو بھاگنے سے روکنے کے لیے اُس کی طرف رسّی پھینکی تو اُس کا پھندا بچّے کی گردن میں پڑ گیا اور اُس کا دم گھٹتے گھٹتے بچا۔ اِس

شرارت پر کالا نے ٹارزن کو سزا دی۔ کرچاک نے سُنا تو اُس نے بھی ڈانٹا، دھمکایا، مگر ٹارزن پر کچھ اثر نہ ہوا۔ اُس کی رسّی کا پھندا گوریلوں کی گردنِ میں پڑتا ہی رہا۔ ٹارزن اپنے قبیلے کے ساتھ پھرتے پھراتے اُس کیبن کے پاس سے بھی گُزرا کرتا تھا جو ساحِل کے قریب بنا ہوا تھا۔ وہ اس کو بڑی حیرت سے دیکھا کرتا کیونکہ یہ اُسے بہت عجیب اور پُر اسرار سا معلوم ہوتا۔ کبھی کبھی وہ اِس کی کھڑکیوں میں سے اُس کے اندر جھانکا کرتا اور بعض دفعہ چھت پر چڑھ کر چمنی میں سے بھی اندر دیکھنے کی کوشش کرتا۔ سوچا کرتا کہ اس کے اندر نہ جانے کیسے کیسے عجیب و غریب جانور ہوں گے۔

اُسے یہ بات کسی نے نہیں بتائی تھی کہ اِس کیبن کے اندر اُس کے ماں باپ رہتے تھے۔ کالا نے ایک بار اُسے صرف اِتنا بتایا تھا کہ اُس کا باپ ایک سفید گوریلا تھا۔ مگر یہ بات پھر بھی اُس کو معلوم نہ ہوئی کہ کالا اُس کی اصلی ماں نہیں ہے۔

پھر وہ اکیلا ایک دِن اُدھر جا نِکلا تو اُس کیبن کا دروازہ اُس کے ہاتھوں کھل گیا۔ وہ اندر داخل ہوا تو دیکھا کہ کیبن کے بیچ ہڈیوں کا ایک پنجر پڑا ہے۔ ایک پلنگ پر ایک اور پنجر پڑا تھا جو پہلے پنجر سے چھوٹا تھا۔ قریب ہی ایک چھوٹے سے جھولے میں ایک ننّھا مُنّا سا پنجر بھی نظر آ رہا تھا۔

ٹارزن جانوروں کے مرنے کا تماشا روز ہی دیکھتا تھا اور لاشیں یا پنجر بھی اُس کے لیے نئے نہیں تھے۔ اِس لیے اُس نے اِن کی طرف زیادہ توجّہ نہیں کی۔ ہاں عجیب وضع کے اوزاروں، ہتھیاروں، کتابوں، کاغذوں، کپڑوں وغیرہ کو اس نے دلچسپی سے دیکھا بھالا۔ اُس نے میز کی درازیں کھول کھول کر دیکھیں اور اُن میں جو چیزیں رکھی تھیں اُنہیں خوب غور سے دیکھتا رہا۔ اُن میں اُسے ایک چاقُو ملا جس کی دھار خوب تیز تھی۔ اس کی کاٹ آزمانے کے لیے اُس نے میز اور کرسیوں کی لکڑی کو چھیل ڈالا اور اپنی اُنگلی بھی کاٹ لی۔ ایک الماری میں اُسے بہت سی کتابیں رکھی ہوئی ملیں۔ ایک کتاب ایسی تھی جس میں رنگین تصویریں تھیں۔ یہ بچّوں کو

تصویروں کے ذریعے انگریزی زبان سِکھانے کی کتاب تھی۔ اُس نے اِن تصویروں کو غور سے دیکھا تو یہ اُسے بہت دلچسپ معلوم ہوئیں۔

اِن میں سے بعض تصویریں ایسے حیوانوں کی تھیں جن کی شکلیں اُسی جیسی تھیں۔ آگے چل کر اس کتاب میں اُسے اُن بندروں کی تصویریں ملیں جنہیں وہ روز درختوں پر اُچھلتے کوُدتے دیکھا کرتا تھا۔ مگر کسی تصویر میں کوئی گوریلا نظر نہ آیا۔ ساری کتاب میں کسی ایسے حیوان کی کوئی ایک تصویر بھی نہیں تھی جو شکل میں کرچاک یا کالا سے ملتا ہو۔

ٹارزن کتاب کے صفحوں پر بنی ہوئی تصویروں کو سچ مُچ کے حیوان سمجھا اور اُنہیں کاغذ پر سے اُٹھانے کی کوشش کی۔ مگر اُسے بہت جلد یہ بات معلوم ہو گئی کہ وہ زندہ نہیں ہیں۔

اس کتاب میں اُسے حیوانوں کی تصویروں کے علاوہ جہازوں، کشتیوں، ریل گاڑیوں، گایوں، گھوڑوں وغیرہ کی تصویریں بھی نظر آئیں مگر اُس نے یہ چیزیں کبھی دیکھی نہیں تھیں، اِس لیے سمجھ ہی نہ سکا کہ یہ کیا ہیں۔

یہ سب اُس کے لیے عجوبہ چیزیں تھیں مگر جن چیزوں کو دیکھ دیکھ کر اس کی عقل حیران ہو رہی تھی وہ تھیں عجیب سی ننھی ننھی شکلیں جو ہر تصویر کے نیچے بنی ہوئی تھیں۔ اُس نے خیال کیا کہ یہ کسی قسم کے کیڑے مکوڑے ہیں۔ وُہ جِن کو کیڑے مکوڑے سمجھ رہا تھا وہ انگریزی زبان کے حرف تھے۔

اُس نے اِس سے پہلے یہ حرف نہ کبھی دیکھے تھے، نہ کسی نے اُسے سکھائے پڑھائے تھے، اِس لیے وہ اِن کا مطلب نہ سمجھ سکا۔ جب وہ آدھی کتاب کے وَرق اُلٹ چُکا تو ایک صفحے پر اپنے پُرانے دُشمن شیر کی تصویر نظر آئی۔ اس سے اگلے صفحے پر ایک سانپ کُنڈلی مارے بیٹھا تھا۔

تصویروں کی یہ کتاب اُسے اِتنی اچھی معلوم ہوئی کہ وہ ورق اُلٹ اُلٹ کر ایک ایک تصویر کو کئی کئی دفعہ دیکھتا رہا۔

وہ تصویروں میں اِتنا کھو گیا کہ وقت گُزرنے کا خیال تک نہ رہا۔ جب شام ہونے لگی اور اس کے اندھیرے میں تصویریں اور حرف دُھندلے نظر

آنے لگے تب کہیں جا کر اُسے پتا چلا کہ دِن ختم ہو چکا ہے اور اَب رات آ رہی ہے۔

اُس نے کتاب دراز میں رکھ کر دراز بند کر دی، کیونکہ دراز کھلی رہنے کی صورت میں ایسا ہو سکتا تھا کہ کوئی کیبن کے اندر گھُس آئے اور کتاب پھاڑ پھُوڑ ڈالے۔ ٹارزن نہیں چاہتا تھا کہ یہ عُمدہ کتاب ضائع ہو۔ اُس کے نزدیک یہ کسی خزانے سے بھی زیادہ انمول تھی۔

اُس نے کیبن سے باہر نکل کر جنگل کے اندھیرے میں قدم رکھّا تو پلٹ کر کیبن کا دروازہ بھیڑ دیا۔ لیکن جب وہ کواڑ بند کر رہا تھا تو فرش پر چاقو پڑا ہوا نظر آ گیا۔ اُس نے جھپٹ کر چاقو اُٹھایا، کواڑ دوبارہ بھیڑے اور لگا چلنے۔

مگر اُس نے جنگل کی سمت میں زیادہ سے زیادہ دس قدم اُٹھائے ہوں گے کہ اچانک ایک جھاڑی کے سائے میں سے ایک بھاری بھر کم حیوان اُٹھا اور اُس کا راستہ روک کر کھڑا ہو گیا۔

خوفناک جنگ

ٹارزن نے پہلے تو یہی سمجھا کہ اُس کے اپنے قبیلے کا کوئی گوریلا ہے مگر جب وہ غُرّایا اور ٹارزن نے غور سے دیکھا تو وہ سمجھ گیا کہ یہ دُوسرے قبیلے کا گوریلا ہے جسے بولگا کہتے ہیں۔ اِن دونوں قبیلوں میں بہت دِنوں سے دُشمنی چلی آرہی تھی۔

بولگا بہت اُونچے قدَ اور بھاری جسم کا تھا۔ اگر وہ کچھ دُور ہوتا اور ٹارزن کو یہ یقین ہوتا کہ بھاگ کھڑے ہونے سے اُس کی جان بچ جائے گی تو وہ ضرور

بھاگ کھڑا ہوتا مگر بولگا اس سے اتنا قریب تھا کہ بھاگنے کی گنجائش ہی نہیں تھی۔

کہاں دیو جیسا لمبا اور چوڑا بولگا اور کہاں ٹارزن۔ دونوں کا کوئی مُقابلہ ہی نہ تھا۔ اُسے یہ بات اچھی طرح معلوم تھی کہ بولگا اُس کے قبیلے کا جانی دُشمن ہے اور وہ اُسے زندہ نہیں چھوڑے گا۔ اِس لیے یا تو اُسے اِس بلا کو مار گرانا تھا یا پھر خود مر جانا تھا۔

مگر ٹارزن کے دل میں خوف بالکل نہیں تھا۔ اُس کی رگوں میں اُن انسانوں کا خُون دَوڑ رہا تھا جو فوج میں ملازمت کرتے اور اپنی ساری عُمر جنگ کے میدان میں گزارتے تھے۔ پھر پچھلے دس برس سے وہ ایک گوریلی کا دُودھ پی رہا تھا اور جنگلی درندوں میں ایک وحشی حیوان کی طرح زندگی بسر کر رہا تھا۔ اِس لیے وہ بولگا سے کمزور ہونے پر بھی اُس سے دو دو ہاتھ کرنے کو تیّار تھا۔

جب بولگا نے حملہ شروع کیا تو ٹارزن نے آگے بڑھ کر اس کے بھاری جسم

میں پُوری طاقت سے گھونسے مارے۔ مگر اُن سے کیا بنتا۔ بولگا پر اِن کا صِرف اِتنا ہی اثر ہوا جِتنا ایک مکھّی کے حملے کا کسی ہاتھی پر ہو سکتا ہے۔

ٹارزن کا حوصلہ پست ہونے لگا۔ پھر اچانک اُسے یاد آیا کہ اُس کے پاس وہ چاقُو بھی تو ہے جو کیبن میں ہاتھ لگا تھا۔ یہ چاقُو اِس وقت اُس کے ہاتھ میں تھا۔ جب بولگا اُس کو دبوچنے لگا تو ٹارزن نے چاقُو کی نوک اُس کے سینے کی طرف کر دی۔

چاقُو کا پھل بولگا کے سِینے کے اندر اُترتا ہی چلا گیا۔ بولگا تڑپ اُٹھا اور درد کے مارے چیخنے لگا۔ اُسے اِس بات پر بڑا غصّہ آرہا تھا کہ ایک دُبلے پتلے چھوکرے نے اُسے بِلبِلا دیا ہے۔

اُس نے زخمی ہونے پر بھی زور لگا کر ٹارزن کو زمین پر گرا لیا۔ وہ جھلّا جھلّا کر پنجے مار رہا تھا۔ مگر ٹارزن نے تاڑ لیا تھا کہ تیز دھار کا یہ چمک دار کھلونا بڑے کام کی چیز ہے۔ اُس نے چاقُو بار بار بولگا پر چلّایا اور پھر اُسے دستے تک اُس کے سینے میں اُتار دیا۔

بولگا نے بھی اپنے پنجے سے ٹارزن کے جسم پر بار بار ضربیں لگائیں اور اپنے لمبے لمبے دانتوں سے اُس کے گلے اور سینے کا گوشت نوچ لیا۔

ایک لمحے تک وہ دونوں ایک دُوسرے سے گتھّم گتھّا ہو کر زمین پر لُڑھکتے رہے۔ ٹارزن کے بازُو سے خون بہہ رہا تھا کیونکہ بولگا نے اُس کا گوشت نوچ لیا تھا، پھر بھی ٹارزن اُس بازُو سے کام لے کر بار بار اُس کے چاقُو مارتا رہا۔

اُدھر ایک میل دُور بولگا کی خوفناک آواز سُن لی گئی تھی اور ٹارزن کے قبیلے کو خطرے کا اِحساس ہو گیا تھا۔ کرچاک نے فوراً اپنے قبیلے کے سب گوریلوں کو آوازیں دے دے کر ایک جگہ اِکٹھا کر لیا۔ خطرے کے وقت گوریلے یہی کیا کرتے ہیں۔ جب سب گوریلے ایک جگہ جمع ہوئے تو پتا چلا کہ ٹارزن غائب ہے۔ سب سمجھ گئے کہ وہ خطرے میں ہے اور اُس کی مدد کرنی چاہیے مگر کالا کے شوہر نے اُنہیں روکا کیونکہ ننّھا سفید گوریلا اُسے ایک آنکھ نہ بھاتا تھا۔ کرچاک بھی اُس کی ہاں میں ہاں ملانے لگا اور کندھے

جھٹک کر اپنے بستر پر جا لیٹا مگر کالا اپنے بچّے کو بچانے کے لیے روانہ بھی ہو چُکی تھی۔ وہ جلدی جلدی درخت پھلانگتی ہوئی اُس طرف دوڑی چلی گئی جِدھر سے بولگا کی چیخوں کی آوازیں آ رہی تھیں۔ اِن سے ایسا ظاہر ہو رہا تھا جیسے بولگا کا پالا کسی ایسے درندے سے پڑ گیا ہے جو اُسے مارے ڈال رہا ہے۔

اچانک یہ آوازیں آنی بند ہو گئیں۔ کالا حیران تھی کہ یہ ماجرا کیا ہے۔ گوریلے کی چیخیں تو اُسے صاف سنائی دی تھیں مگر جو حیوان اُس پر حملہ کر رہا تھا اُس کی آواز ایک مرتبہ بھی نہ سُنائی دی تھی، جِس سے کالا یہ اندازہ کر سکتی کہ وُہ کون ہے۔

اُسے اِس بات کا سان گُمان بھی نہ تھا کہ اُس کا ننّھا مُنّا ٹارزن بولگا جیسے دیو کو مار سکتا ہے۔ اِس لیے جب وہ وہاں پہنچی اور یہ دیکھا کہ بولگا مرا پڑا ہے مگر ٹارزن زِندہ ہے تو وہ خوشی سے چیخ مار کر آگے بڑھی اور اُسے گود میں اُٹھا کر اُس جگہ لے آئی جہاں اُس کا قبیلہ جمع تھا۔

ٹارزن بہت دِنوں تک ادھ مُوا سا پڑا رہا۔ کالا دِن رات اُس کے پاس بیٹھی رہتی۔ زخموں پر مکھّیاں بیٹھنے لگتیں تو وہ اُنہیں اُڑاتی۔ کیڑے مکوڑے زخموں کو چاٹنے آتے تو اُنہیں مار ڈالتی۔ اِس بے چاری کو دوا دارو تو آتی نہیں تھی، زخموں کو زبان سے چاٹ چاٹ کر صاف کرتی رہی۔ اِس سے اُن میں کیڑے نہیں پڑے۔ ٹارزن کو بہت تیز بخار ہو گیا تھا اِس لیے پڑا پڑا ہاتھ پاؤں مارتا رہا۔ کبھی کبھی بہکنے بھی لگتا۔ بُخار میں مریض کو بھوک لگا ہی نہیں کرتی، اس لیے ٹارزن کھانے کو کچھ نہ مانگتا تھا، مگر "پانی! پانی!" پُکارے جاتا تھا۔ کالا جوہڑ سے پانی اپنے منہ میں بھر کر لاتی اور اُس کے منہ میں اُنڈیل دیتی۔ اپنے بچّے کی پیاس بجھانے کے لیے اِسے جوہڑ کے اَن گنت پھیرے کرنے پڑے، مگر مجال ہے جو تیوری پر بل پڑا ہو۔ آخر ٹارزن کا بُخار اُترنے لگا اور زخم بھی آہستہ آہستہ بھرنے لگے۔

اب ت

رفتہ رفتہ ٹارزن چلنے پھرنے کے قابل ہو گیا۔ اِس کے بعد وہ تیزی سے تندرست ہوتا گیا اور ایک مہینے کے اندر اُس میں پہلے جتنی پھرتی اور طاقت آ گئی۔

پوری طرح تندرست ہوتے ہی اُسے سب سے پہلے وُہ عجیب و غریب ہتھیار یاد آیا جس کی مدد سے اُس نے اِس دیو جیسے گوریلے کو مارا تھا۔ اِس لیے وہ ایک دِن صُبح ہی صُبح اکیلا اُس جگہ کی طرف روانہ ہو گیا جہاں اُس کی

بولگا سے لڑائی ہوئی تھی۔

تھوڑی سی ڈھونڈ ڈھانڈ کرنے کے بعد اُسے وہ جگہ مل گئی۔ بولگا کے پنجر کی ہڈیاں ہی ہڈیاں رہ گئی تھیں۔ گوشت سارے کا سارا جنگل کے جانور نوچ نوچ کر کھا گئے تھے۔ اُس کے قریب ہی چاقُو پڑا مل گیا۔ اُس پر پتے آ پڑے تھے مگر دستہ صاف دکھائی دے رہا تھا۔

ٹارزن نے خوشی کی ایک چیخ مار کر چاقُو اُٹھا لیا۔ مگر یہ دیکھ کر ناک بھوں چڑھانے لگا کہ وہ پہلے جیسا چمک دار نہیں رہا ہے۔ چاقُو پر زمین کی نمی سے زنگ لگ گیا تھا۔ کہیں کہیں بولگا کے خُون کے چھوٹے چھوٹے چکتے بھی جمے ہوئے تھے۔ مگر چونکہ وہ شکل بِگڑ جانے کے بعد بھی کاٹ سکتا تھا، اِس لیے ٹارزن نے اُسے اپنی لنگوٹی میں اُڑس لیا۔

چاقُو مل جانے کے بعد اُسے وہی کیبن یاد آیا جہاں تصویروں والی کتاب رکھی تھیں۔ وہ چند منٹ کے اندر اندر وہاں پہنچ گیا اور کیبن میں داخل ہونے کے بعد کواڑ اندر سے بند کر لیے۔ اب کے بھی اُسے سب سے زیادہ

دلچسپی کتابوں ہی سے پیدا ہوئی۔ اِن میں تصویروں کی کتابوں کے علاوہ ایک موٹی سی ڈکشنری بھی نکل آئی۔ اُس نے اِن سب کو بڑے غور سے دیکھا بھالا مگر سب سے زیادہ وہ کتابیں پسند آئیں جن میں تصویریں تھیں۔ اِن میں بہت سے صفحے ایسے بھی تھے جن پر تصویر کی جگہ صرف کیڑے مکوڑے تھے۔ وہ حیران ہو کر سوچتا رہا کہ خبر نہیں یہ کیڑے مکوڑے کیا ہیں۔

اُس نے ایک میز پر اکڑوں بیٹھ کر انگریزی کا ایک قاعدہ کھول کر سامنے رکھ لیا اور جو تصویر نظر کے سامنے آئی اُسے غور سے دیکھتے ہوئے کسی سوچ میں ڈوب گیا۔ یہ ایسے ہی ایک ننّھے سے گوریلے کی تصویر تھی جیسا وہ خود تھا۔ مگر وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اُس کے ہاتھوں اور چہرے کے علاوہ باقی سارے جسم پر ایک عجیب سی رنگین پوستین لپٹی ہوئی ہے۔ اصل میں یہ ایک بچّے کی تصویر تھی اور جس چیز کو ٹارزن نے پوستین سمجھا وہ اُس کے کپڑے تھے۔ اِس تصویر کے نیچے یہ تین کیڑے مکوڑے تھے۔

BOY

تصویر والے صفحے پر اِن کے علاوہ اور بہت سے کیڑے مکوڑے بھی تھے۔ ٹارزن نے غور سے دیکھا تو اُسے معلوم ہوا کہ یہ تین کیڑے مکوڑے اور بہت سی جگہوں پر بھی ہیں۔

جب اُس نے عبارت کو غور سے بار بار دیکھا بھالا تو اُسے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ کیڑے مکوڑوں کی تعداد تو ایسی کچھ زیادہ نہیں ہے مگر اِن کو بار بار دُہرا کر صفحہ بھرا گیا ہے اور کہیں کہیں تو ایک ہی کیڑا ہے مگر اکثر جگہوں پر بہت سے کیڑے مکوڑے ایک دوسرے کے ساتھ ملا کر رکھے ہوئے ہیں۔ یہ عِلم کے زینے کی پہلی سیڑھی تھی جس پر اُس کا ذہن چڑھا۔ وہ حیرت میں ڈوبا ہوا ورق اُلٹتا رہا۔ اصل میں وہ ہر تصویر اور ہر صفحے کی عبارت کو اِس غرض سے گھور گھور کر دیکھ رہا تھا کہ اُنہی تین کیڑے مکوڑوں B، O اور Y کا جوڑ اور کہاں کہاں ہے۔

چند ورق اُلٹنے کے بعد ایک تصویر آئی، جس کے نیچے یہی جوڑا تھا اور اِس

کے ساتھ کچھ اور کیڑے مکوڑے بھی تھے۔

یہ تصویر اُسی جیسے ایک ننّھے گوریلے کی تھی، جس کے ساتھ ایک عجیب سا حیوان بھی تھا جس کی چار ٹانگیں تھیں۔ یہ حیوان ٹارزن سے بالکل بھی نہیں ملتا تھا بلکہ گیڈر جیسا تھا۔ اِس تصویر کے نیچے یہ کیڑے مکوڑے تھے۔

A BOY AND A DOG

وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ اُس جیسے ننّھے گوریلے کی تصویر کے ساتھ یہ تین کیڑے مکوڑے۔۔۔Y ،O اور B ضرور ہوتے ہیں۔

یوں ٹارزن آہستہ آہستہ حُروف پہچانتا گیا۔ یہ بڑا مشکل کام تھا کیونکہ نہ کوئی پڑھانے والا تھا نہ خُود ٹارزن کو زبان آتی تھی۔ بلکہ اُس کے فرشتوں کو بھی خبر نہیں تھی کہ زبان نام کی بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔

اُسے حُروف پہچاننے میں برسوں لگ گئے۔ اپنی عمر کے پندرہویں برس وہ خُوب اچھی طرح جان گیا کہ کتاب کی کس تصویر کے نیچے کون کون سے

حروف آتے ہیں۔ مگر اِن کے معنوں کا اُسے اب بھی کچھ پتا نہ تھا۔

ایک دِن اُسے ایک میز کی دراز میں پنسلیں پڑی مل گئیں۔ اُس نے ایک پنسل کو میز کی سطح پر زور زور سے رگڑا تو اُس کی بھونڈی سی نوک نکل آئی۔ اب کیا تھا۔ اُس نے میز کی سطح پر کتاب کے کیڑے مکوڑے بنانے شروع کر دیے۔ مگر شروع شروع میں وہ ٹھیک طرح نہیں بنے۔ وہ پنسل کو اس طرح پکڑتا تھا جیسے برچھے کا دستہ پکڑا جاتا ہے۔ بھلا اِس ڈھنگ سے پنسل پکڑ کر کیسے لکھا جا سکتا تھا۔ وہ مہینوں کیبن میں جا جا کر کوشش کرتا رہا آخر اُسے پنسل اِس طرح پکڑنی آ گئی کہ اُس سے حُروف بننے لگے اور وہ جُوں تُوں اے، بی، سی، ڈی لکھنے کے قابل ہو گیا۔

یُوں ٹارزن نے لکھائی شروع کر دی۔ کتاب کے کیڑے مکوڑے نقل کرنے سے اُسے ایک اور کام بھی آ گیا۔ یہ اُن کی گِنتی کرنا تھا، مگر اُسے ہندسے نہ آتے تھے اِس لیے ایک ہاتھ کی اُنگلیوں پر گِنتا تھا۔

قاعدے کے سارے ورق دیکھ چکنے کے بعد اُس نے اور کتابوں کا بھی ایک

ایک ورق غور سے دیکھا۔ سب میں وہی کیڑے مکوڑے تھے جو قاعدے میں دیکھے تھے۔ مگر اُن کے جوڑ اَن گنت تھے۔ اُس نے ہر کیڑے کو الگ الگ اُسی ترتیب سے لکھ لیا جس ترتیب سے وہ قاعدے میں تھا۔ جو کیڑا سب سے اوپر تھا، اُسے سب سے اوپر رکھا۔ اُس کے نیچے وہ رکھا جو اُس کے بعد دیکھا تھا، یہاں تک کہ سب کیڑے مکوڑے، جو کتابوں میں دکھائی دیے تھے لکھت میں آ گئے۔

اُس کی پڑھائی لکھائی جاری رہی، مگر ابھی تک یہ پڑھائی لکھائی تصویروں ہی کے ذریعے ہو رہی تھی۔ وہ جُملے اب بھی نہیں پڑھ سکتا تھا۔ یہ تو جان گیا تھا کہ ہر تصویر کے ساتھ کیڑے مکوڑے ضرور ہوتے ہیں، مگر اُن کے معنی نہ سمجھ سکتا تھا۔

اِتفاق سے ایک دِن وہ ڈکشنری کھول کر دیکھنے لگا۔ جب اُسے معلوم ہوا کہ اِس میں الفاظ اے، بی، سی کی ترتیب سے لکھے ہوئے ہیں تو خوشی کے مارے اُچھل پڑا۔ اُس نے ڈکشنری میں وہ حُروف تلاش کرنے شروع کر

دیے جن سے واقف تھا۔ ڈکشنری میں اِن جوڑوں کے معنی جِن لفظوں میں بتائے گئے اُس نے اُن کے معنی بھی ڈھونڈنے شروع کر دیے۔ غرض اب اُسے لفظوں کے معنی بھی معلوم ہوتے چلے گئے۔ جب وہ سترہ سال کا ہوا تو اُس نے قاعدہ پڑھنا سیکھ لیا اور یہ بات خُوب اچھی طرح سمجھ گیا کہ اِن چھوٹے چھوٹے کیڑے مکوڑوں کا مطلب کیا ہے۔

اب اُسے اپنے بِن بالوں کے جسم پر شرم نہیں آتی تھی کیونکہ وہ جان گیا تھا کہ اُس کی نسل اور ہے اور گوریلوں کی نسل اور۔

اب وہ بڑی تیزی سے علم حاصل کرنے لگا۔ ڈکشنری کی مدد سے اُس نے بہت سی ایسی باتوں کا مطلب سمجھ لیا جو اُس کی سمجھ میں نہ آتی تھیں۔ اُس کا قبیلہ جہاں تہاں پھرتا رہا، اِس لیے تعلیم میں وقفے بھی پڑتے رہے مگر وہ کتابوں سے دُور رہ کر بھی نامعلوم باتوں کا مطلب معلوم کرنے کی کوشش کرتا رہتا اور اکثر کامیاب ہوتا۔ اکثر وہ درختوں کی چھال، پتّوں بلکہ زمین تک کو کاپی بنالیتا اور چاقُو کی نوک سے اُن پر اپنا سبق لکھتا۔

دُشمن کا خاتمہ

اِدھر ٹارزن تعلیم حاصل کر رہا تھا، اُدھر رسّی کا پھندا اڑالنے کی بھی مشق کرتا رہتا تھا اور چاقو کو بھی پتھّروں پر گھِس گھِس کر تیز کیا کرتا۔ آخر کار اُس کے اِسی چاقُو نے گوریلوں کے قبیلے سے اِس کا لوہا منوالیا۔

ایک دفعہ گوریلوں نے ایک بڑے سے جنگلی جانور کو ہلاک کیا اور اُس کا گوشت کھانے کے لیے میدان میں جمع ہوئے۔ قبیلے کے طاقتور گوریلے گوشت کے نفیس بوٹے کاٹ کاٹ کرلے جارہے تھے۔ کمزور گوریلے ان

کے پیچھے کھڑے اپنی باری آنے کا انتظار کر رہے تھے۔ ٹارزن بھی کچّا گوشت کھاتا تھا۔ جب اُس نے دیکھا کہ سارا گوشت ختم ہوا جارہا ہے اور اُس کے پلّے کچھ بھی نہیں پڑا ہے تو چاقُو لے کر بڑھا اور شکار کی اگلی ایک ٹانگ پوری کی پوری کاٹ لایا۔

کالا کا شوہر ہر وقت ٹارزن کی تاک میں رہا کرتا تھا۔ اُس نے یہ دیکھا تو اُس کی لال لال آنکھوں سے نفرت کی چنگاریاں نکلنے لگیں۔ وہ ٹارزن سے گوشت چھیننے کے لیے اُس پر جھپٹا۔ ٹارزن اُچھل کر گوشت سمیت ایک درخت پر چڑھ گیا۔ گوریلا غصّے کے مارے پاگل ہو گیا۔ وہ بھی چھلانگ مار کر اُسی درخت پر چڑھا اور ٹارزن کا پیچھا کرنے لگا۔ ٹارزن اُوپر چڑھتا چلا گیا، یہاں تک کہ درخت کی پھُننگ پر جا بیٹھا اور وہاں سے گوریلے کو دِکھا دِکھا کر گوشت کھانے لگا۔ گوریلا زیادہ بھاری ہونے کی وجہ سے پھُننگ تک نہ پہنچ سکا اور اُس سے دس فُٹ نیچے کھڑا غصّے سے بَل کھاتا رہا۔ جب اُس کا ٹارزن پر زور نہ چلا تو وُہ دہشت ناک چیخیں مارتا اور دھاڑتا ہوا زمین

پر کُود گیا اور جو گوریلی یا گوریلا بچّے ہتھّے چڑھ گئے اُن کو بھنبھوڑنے لگا۔ جب اُس کا غصّہ یوں بھی ٹھنڈا نہ ہوا تو لمبے لمبے دانت نکال کر بڑے گوریلوں کی طرف بڑھا۔ وہ سب بھاگ کر جنگل میں جا چھپے۔ اِتفاق سے کالا پیچھے رہ گئی۔ وہ اُسی کو پھاڑ کھانے کو دوڑا۔ کالا نے اُس درخت کا رُخ کیا جِس پر ٹارزن بیٹھا تھا۔ جب ٹارزن نے دیکھا کہ کالا کی زندگی خطرے میں ہے تو وہ تیزی سے نیچے کودا۔ کالا کا شوہر دہاڑ مار کر اُس پر ٹوٹ پڑا۔ مگر ٹارزن نے ایک ہاتھ سے اُس کا گلا پکڑ لیا اور دوسرے ہاتھ سے اُس کے سینے میں کھچ کھچ چاقُو مارنا شروع کر دیا۔

دومنٹ کے اندر اندر گوریلے کا کام تمام ہو گیا۔ جب اُس کی لاش زمین پر گِری تو ٹارزن نے اپنے دُشمن کی گردنِ پر پاؤں رکھا اور سر کو پیچھے کی طرف جھٹکا دے کر گوریلوں کا وہ خوف ناک نعرہ بُلند کیا جو وہ دُشمن پر فتح پانے کے موقع پر لگایا کرتے ہیں۔ یہ ایک ایسی دہاڑ ہوتی ہے جس سے بڑے بڑے وحشی جانوروں کے پِتّے پانی ہو جاتے ہیں۔

قبیلے کے سب گوریلے ایک ایک کر کے جنگل سے باہر نکل آئے اور مُردہ گوریلے کی لاش کے گِرد گھیرا باندھ کر کھڑے ہو گئے۔

ٹارزن نے اُن سے کہا۔ "میں ٹارزن ہوں۔ میں دُشمنوں کو مار ڈالتا ہوں۔ تمہیں میرا اور میری ماں کالا کا ادب کرنا چاہیے۔ تُم میں کوئی اتنا بہادر نہیں ہے جتنا میں ہوں۔ اگر کوئی ہے تو سامنے آئے۔"

اُس نے کرچاک کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھا۔ کرچاک چُپ چاپ کھڑا رہا۔ مگر اُس کی آنکھوں میں شرارت تھی۔ ٹارزن نے اپنی

چوڑی چھاتی پر زور سے ہاتھ مارا اور ایک دفعہ پھر پُوری طاقت سے فتح کا نعرہ مارا۔

اگلی صُبح گوریلوں کا قافلہ ساحل کی طرف جانے کے لیے جنگل سے آہستہ آہستہ گزرنے لگا۔ راستے میں گوریلے سبزیاں، ترکاریاں، پھل، کیڑے مکوڑے، پرندے، انڈے وغیرہ کھاتے رہے۔ ایک جگہ شیرنی اُن کا راستہ کاٹ کر گزری۔ ٹارزن اُس وقت ایک درخت پر بیٹھا پھل کھا رہا تھا۔ جب شیرنی اُس جگہ پہنچی جو اُس کے عین نیچے تھی تو ٹارزن نے پھل اُس کے کھینچ مارا۔ شیرنی رُک گئی اور مُڑ کر اُس کی طرف دیکھا۔ پھر اُس نے غصّے سے دُم ہلا کر دانت نکالے اور غرّاتے ہوئے آنکھیں سکیڑیں۔ اِس کے جواب میں ٹارزن نے بھی غُرّا کر دانت نکالے۔ ایک لمحے تک دونوں ایک دوسرے کو گھورتے رہے۔ پھر شیرنی مُڑ کر جنگل میں گھُس گئی۔

ٹارزن نے سوچا کہ اگر وہ گوریلے کو ہلاک کر سکتا ہے تو شیرنی کو کیوں نہیں مار سکتا۔ اُس نے ٹھان لی کہ شیرنی کا پیچھا کر کے اُسے بھی مار گرانا

ہے۔

اُس نے درختوں درختوں اُس کا پیچھا کرنا شروع کر دیا اور بہت جلد اُس سے آگے نکل گیا۔ جب شیرنی اُس درخت کے نیچے سے گُزری جس پر بیٹھا ٹارزن انتظار کر رہا تھا تو اُس نے رسّی کا پھندا شیرنی کی گردن کی سیدھ باندھ کر پھینکا۔ ایک لمحے کے لیے یہ پھندا شیرنی کے سر پر سانپ کی طرح کُنڈلی مارتا رہا، پھر جُوں ہی شیرنی نے یہ دیکھنے کے لیے سر اُٹھایا کہ اُوپر کیا ہے، اُس کی گردن میں پڑ گیا۔

اُدھر پھندا پڑا اِدھر ٹارزن نے اسے کَسا اور رسّی کا سِرا درخت کے موٹے تنے سے کَس کر باندھ دیا۔ شیرنی گھبرا کر لگی جنگل کی طرف بھاگنے۔ مگر اُس کا جِسم اُلٹ گیا اور وہ دھڑ سے زمین پر گری۔

شیرنی نے نظر اُٹھا کر دیکھا کہ اُس کی یہ بے عزّتی کس نے کی ہے۔ جُوں ہی ٹارزن دکھائی دیا وہ غصّے سے بے قابو ہو کر چیخی اور چھلانگ مار کر اُس جگہ تک پہنچی جہاں ٹارزن بیٹھا تھا مگر جب اُس کا جسم درخت کے تنے سے

ٹکرایا تو اُس وقت تک ٹارزن وہاں سے ہٹ چکا تھا اور اُس سے بیس فُٹ اُوپر ایک اور تنے پر بیٹھا شیرنی کا منہ چڑا رہا تھا۔

شیرنی زمین پر ِگر گئی۔ ٹارزن فوراً نچلے تنے پر آ گیا اور رسّی مضبوط پکڑ لی۔ مگر شیرنی نے جب یہ دیکھا کہ جس چیز سے وہ بندھی ہوئی ہے وہ تو صرف ایک پتلی سی رسّی ہے تو پنجہ مار کر اُسے توڑ ڈالا۔

ٹارزن کے دِل پر گھونسا سا لگا۔ اُس کا کیا کرایا اکارت ہو گیا۔ پھر بھی وہ شیرنی کو جو نیچے کھڑی دہاڑ رہی تھی، منہ بنا بنا کر چڑاتا رہا۔

شیرنی وہاں سے ٹلنے کا نام نہ لے رہی تھی وہ گھنٹوں درخت کے نیچے اِدھر سے اُدھر اور اُدھر سے اِدھر پھرتی رہی۔ اُس نے چار مرتبہ چھلانگ لگا کر ٹارزن تک پہنچنے کی کوشش بھی کی مگر وہ کب ہاتھ آتا تھا۔

آخر اِس کھیل سے ٹارزن کا جی بھر گیا۔ اُس نے ایک نعرہ مارا اور ایک پکّا رسیلا پھل اپنے دُشمن کے مُنہ پر ایسا تاک کر مارا کہ اُس کا مُنہ پھل کے رَس سے لِتھڑ گیا۔ پھر اُچھل کر اور اُوپر چڑھ گیا اور درختوں درختوں دوڑتا

ہوا اپنے قبیلے والوں سے آ ملا۔ یہاں اُس نے فخر سے سینہ پھُلا کر اپنے
کارنامے کا حال سب گوریلوں کو سُنایا۔ اُس کے دُشمن تو سُن کر دنگ رہ
گئے، مگر کالا خوشی سے ناچ ناچ اُٹھی۔

انتقام

کئی برس تک ٹارزن جنگلوں میں وحشی گوریلوں کے درمیان اسی طرح زندگی گُزارتا رہا۔ اب وہ پہلے سے زیادہ طاقت وَر ہو گیا تھا اور کیبن میں رکھی ہوئی کتابیں پڑھ کر اُس نے یہ بھی معلوم کر لیا کہ اِس جنگل کے باہر کوئی ایسی عجیب دُنیا بھی ہے جس میں انسان بستے ہیں۔ جنگل کے جانور اُس کے دُشمن تھے اور وہ اِن کو موقع پاتے ہی مار ڈالتا تھا۔ صرف ہاتھی "ٹینٹر" سے اُس کی دوستی تھی۔ اب ٹارزن کی عُمر اٹھّارہ برس کی ہو گئی تھی۔ وہ انگریزی فَر فَر پڑھ سکتا تھا۔ اُسے لکھنا بھی آ گیا تھا مگر بول نہ سکتا تھا۔

ابھی تک اُس نے کوئی انسان نہیں دیکھا تھا مگر اب اِس کا موقع بھی مل گیا۔ ہوا یہ کہ حبشی آدم خور انسانوں کا ایک قبیلہ مشرق کی طرف سے بھاگ کر اِس علاقے میں آ بسا جہاں ٹارزن کے قبیلے کے گوریلے رہ رہے تھے۔ وہاں یورپ کے شکاری اُن سے ربڑ اور ہاتھی دانت مانگتے تھے اور طرح طرح سے تنگ کرتے تھے۔ اُنھوں نے ایک دِن عاجز آ کر ایک شکاری اور اُس کے حبشی ملازموں کو جان سے مار دیا تھا اور وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔ ان حبشیوں نے گوریلوں کے علاقے میں پہنچ کر اپنا ایک گاؤں بسا لیا اور آرام سے رہنے لگے۔

ایک دِن اُن کے سردار کا بیٹا کلُونگا تِیر کمان لیے جنگل میں شکار کی تلاش میں پھر رہا تھا کہ اُس کی مُڈ بھیڑ کالا سے ہو گئی۔ کلُونگا نے اُسے ایک زہریلا تیر مار کر ہلاک کر دیا۔ کالا نے کلُونگا کو دیکھتے ہی ایک چیخ ماری تھی۔ یہ چیخ سُن کر گوریلے جلدی جلدی اُس کی مدد کو پہنچ گئے تھے مگر اُن کے پہنچتے پہنچتے کالا کا کام تمام ہو گیا تھا۔ گوریلے دہاڑتے اور چیخیں مارتے ہوئے کلُونگا

کی طرف لپکے، مگر وہ بھاگ کھڑا ہوا۔ گوریلے اُس کا پیچھا چھوڑنے کو تیّار نہ تھے۔ وہ درختوں درختوں دوڑتے ہوئے اُسے پکڑنے کی کوشش کرتے رہے۔ اِس سے پہلے اُنھوں نے کبھی اِنسان نہ دیکھا تھا۔ اِس لیے حیران ہو ہو کر سوچتے جاتے تھے کہ یہ کون عجیب و غریب مخلوق ہے جِس نے ان کے جنگل پر حملہ کر دیا ہے۔

ٹارزن اُس وقت کیبن کے اندر بیٹھا ایک کتاب پڑھ رہا تھا۔ اُس نے دُور سے گڑبڑ کی آوازیں سُنیں تو سمجھ گیا کہ اُس کے قبیلے پر کوئی مصیبت آ پڑی ہے۔ فوراً کیبن سے باہر نکلا اور تیزی سے اُس طرف چلا جِدھر سے آوازیں آئی تھیں۔

جب وہاں پہنچا تو اُس وقت سارا قبیلہ کالا کی لاش کے گِرد کھڑا رو رہا تھا۔ گوریلے کالا کے قاتل کو پکڑنے میں ناکام ہو کر واپس آ گئے تھے اور اب کالا کا ماتم کر رہے تھے۔

ٹارزن نے کالا کی لاش دیکھی تو اُس کا غم سے کلیجا پھٹنے لگا۔ وہ اِس طرح

دہاڑا جیسے ماں کو مُقابلے کے لیے بلاتا ہے۔ وہ چھاتی کُوٹ کُوٹ کر خُوب رویا اور پھر کالا کے مُردہ جسم پر گِر کر ہچکیاں لینے لگا۔ دُنیا میں ایک کالا ہی تو تھی جس نے اس سے محبّت کا برتاؤ کیا تھا۔ اب وہی اُس سے جُدا ہو گئی تھی۔ ٹارزن کو جِتنا بھی رنج ہوتا، کم تھا۔

ٹارزن کو اُن کی باتوں سے معلوم ہوا کہ کالا کا قاتل کالے رنگ کا ایک گوریلا ہے جس کے جسم پر بال نہیں ہیں۔ اُس کے پاس ایک لمبی سی شاخ تھی۔ اس میں سے ایسی چیز نکل کر کالا کے لگی جِس سے وہ پل بھر میں مر گئی۔ اِس عجیب و غریب گوریلے نے کالا کو مارتے ہی ہرن کی طرح تیز دوڑنا شروع کر دیا اور وُہ اُدھر کو بھاگ گیا جِدھر سے سُورج نکلا کرتا ہے۔ ٹارزن لپک کر درخت پر چڑھ گیا اور درختوں درختوں دوڑتا ہوا مشرق کی طرف روانہ ہو گیا۔ اُسے ہاتھیوں کے آنے جانے کا وہ راستہ معلوم تھا جس سے کالا کا قاتل بھاگا تھا، اِس لیے جنگل میں سے پاس کے راستے سے ایک ایسی جگہ پہنچ گیا جہاں سے قاتل کا راستہ روک سکتا تھا۔ اُس کے بارے میں

ٹارزن نے اِس بات کا یقین کر لیا تھا کہ وہ ہاتھی کے راستے پر بھاگا ہے۔

اُس کی کمر کی پیٹی میں چاقو اُڑسا ہوا تھا اور کندھے پر رسّی تھی۔ ایک گھنٹے کے اندر اندر وہ ہاتھی کے راستے پر جانکلا اور درخت سے نیچے اُتر کر زمین کو غور سے دیکھنے لگا۔

ایک چھوٹے سے دریا کے کنارے پر، نرم مٹّی پر قدموں کے نشان نظر آئے۔ یہ نشان اُس کے اپنے قدموں کے نشانوں جیسے تھے۔ سارے جنگل میں ایک وہی ایسا تھا جِس کے قدموں کے نشان اُس شکل کے ہوتے تھے۔

ٹارزن کا دِل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ کیا وہ اپنی نسل کی کسی مخلوق کا پیچھا کر رہا ہے؟ وہ یہ سوچتا ہوا ایک بار پھر درخت پر چڑھ گیا اور آواز کیے بغیر، راستے کے اُوپر اُوپر درختوں درختوں دوڑنے لگا۔

وہ مشکل سے ایک میل دُور گیا ہو گا کہ ایک جگہ جہاں درخت نہیں تھے، کلونگا کھڑا نظر آ گیا۔ ٹارزن اُسے دیکھتے ہی رُک گیا اور چوری چھپے اُسے

دیکھنے لگا۔ کلونگا کے ایک ہاتھ میں ایک پتلی سی کمان تھی، جس میں اُس نے ایک تیر جوڑ رکھا تھا۔

اس کے عین سامنے، ایک کھلی جگہ میں ایک سُور کھڑا تھا۔ وہ جس طرح سے سر نیچے کو جھکائے اور جھاگ بھری تھوتھنی آگے بڑھائے ہوئے تھا، اُس سے صاف ظاہر تھا کہ وہ کلونگا پر حملہ کرنے کو تُلا کھڑا ہے۔ ٹارزن اِس عجیب مخلوق کو دیکھ دیکھ کر حیران ہو رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ اِس کا جسم مجھ سے کتنا ملتا جُلتا ہے۔ کیا یہ بھی میری طرح انسان ہے؟ مگر اِس کا رنگ اِتنا کالا کیوں ہے؟

اچانک اُس نے دیکھا کہ حبشی کے کالے کالے بازوؤں نے تیر کو پیچھے کی طرف کھینچا۔ اُدھر سے سُور نے حملہ کیا۔ صاف ظاہر تھا کہ وہ دُشمن پر پوری قوّت سے ٹوٹ پڑا ہے۔ اِدھر سے کالے آدمی نے سُور کی شست باندھ کر تیر مارا۔

ٹارزن نے آنکھیں پھاڑ کر دیکھا کہ تِیر بڑی تیزی سے اُڑ کر سُور کی سخت

بال دار گردن میں گھُس گیا۔

کالے آدمی نے تیر مارتے ہی پَلٹ کر ایک چھلانگ ماری اور قریب کے ایک درخت پر چڑھ گیا۔ اِدھر سُور تیر لگنے کے بعد تیزی سے مُڑا اور دُشمن پر جھپٹا۔ مگر دس بارہ قدم ہی آگے بڑھا ہو گا کہ لڑکھڑا کر زمین پر گر پڑا۔ ایک لمحے تک اس کے پٹھّے سختائے، پھر ڈھیلے پڑ کر تھرکتے رہے۔ اِس کے بعد وہ ٹھنڈا ہو گیا۔

حبشی خوشی سے دانت نکالتا ہوا درخت پر سے اُترا تو ٹارزن اُسے غور سے دیکھنے لگا۔ وہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ اب یہ کیا کرے گا۔

کلونگا نے اپنی کمر کی پیٹی میں سے چاقو کھینچا اور سُور کے جسم سے کئی بڑے بڑے ٹکڑے کاٹے، پھر اُس نے زمین کھود کر ایک اتھلا سا گڑھا بنایا۔ اس گڑھے کے دائیں بائیں دو پتھّر رکھے، اُن پر لوہے کی سلاخیں دھریں اور آگ جلا کر اِس پر گوشت کے ٹکڑے بھوننے لگا۔

ٹارزن حیران تھا کہ گوشت کو آگ پر سُکھا کر خراب کیوں کر رہا ہے۔ جب کلونگا بھُنا ہوا گوشت کھا چُکا تو وہاں سے روانہ ہو گیا اور سُور کا باقی جسم اُسی جگہ پڑا چھوڑ گیا۔

ٹارزن کو اُس کی اِس حرکت پر بھی بڑا تعجّب ہوا کہ اُس نے اِتنا سارا گوشت ساتھ لے جانے کے بجائے جنگل کے جانوروں کے لیے کیوں چھوڑ دیا۔

اُس کا دل کلونگا کو مار ڈالنے کے لیے مچل رہا تھا مگر اُس کی حرکتیں دیکھ دیکھ کر اُسے بہت سی نئی نئی باتیں معلوم ہو رہی تھیں اِس لیے وہ اُسے مارنے

سے باز رہا۔

اُس نے فیصلہ کیا کہ وہ اِس انسان کا پیچھا کرے گا تا کہ یہ معلوم ہو سکے کہ یہ کون ہے اور کہاں سے آیا ہے۔ اُس نے اپنے دل میں سوچا کہ جب یہ بات معلوم ہو جائے گی تو پھر اُسے ہلاک کروں گا۔

کلو نگا ایک موڑ مُڑ کر ٹارزن کی نظروں سے اوجھل ہو چُکا تھا۔ ٹارزن فوراً درخت سے زمین پر کُود گیا اور پیٹی سے چاقو نکال کر سُور کے جسم سے کئی لمبے لمبے ٹکڑے کاٹ کر کھائے۔

اُس نے گوشت کھا کر خُون اور مٹّی میں سنی ہوئی انگلیاں اپنی ننگی ران پر رگڑ رگڑ کر صاف کیں اور کلو نگا کو پکڑنے کے لیے روانہ ہو گیا۔ عین اُسی وقت لندن میں نوّاب جان کلِیٹَن کا چھوٹا بھائی جسے حکومت نے اُس کے بڑے بھائی کی جگہ نوّاب بنا دیا تھا، بھُنا ہوا گوشت کھا رہا تھا۔ جب وہ کھانا کھا چُکا تو اُس نے اپنی انگلیوں کے صرف سِرے چاندی کے ایک پیالے میں ڈبوئے جس میں عرقِ گلاب بھرا تھا اور پھر اُن کو سفید برّاق ریشمی

رُومال سے پونچھا۔

ٹارزن تمام دِن کلونگا کے پیچھے لگا رہا۔ وہ درختوں میں اُس کے سر پر اس طرح منڈلاتا رہا جیسے کوئی خبیث رُوح اُس کو چمٹ گئی ہے۔ اس نے حبشی کو دو مرتبہ اور تیر مارتے دیکھا۔ ایک مرتبہ اُس نے لگڑ بگڑ کو مارا۔ دُوسری مرتبہ بندر کا شکار کیا۔ دونوں دفعہ شکار فوراً مر گیا کیونکہ جس زہر میں کلونگا کے تیر ڈبوئے گئے تھے وہ بڑا جان لیوا تھا۔

ٹارزن سوچنے لگا کہ ایک ننّھے سے تِیر کی نوک سے جنگل کے یہ خوف ناک جانور پَلک جھپکنے میں ہلاک نہیں ہو سکتے۔ اِس لیے اِن تِیروں میں ضرور کوئی ایسی بات ہے کہ اِن کے کھال میں چبھتے ہی جانور مر جاتا ہے۔ اُس نے فیصلہ کیا کہ یہ بھید معلوم کر کے رہے گا۔

اُس رات کلونگا ایک بڑے سارے درخت کی پھُننگ پر سویا۔ ٹارزن اُس سے ذرا اُوپر تھا۔ وہ بھی سُکڑا سُکڑا کر پڑ رہا۔

اگلی صُبح جب کلونگا کی آنکھ کھلی تو اُس نے دیکھا کہ اُس کی کمان اور تِیر

غائب ہیں۔ اُسے غصّہ تو آنا ہی چاہیے تھا مگر غصّے سے زیادہ خوف معلوم ہونے لگا۔ اُس نے درخت سے اُتر کر نیچے کی زمین کو دیکھا بھالا مگر وہاں نہ کمان ملی نہ تِیر۔ پھر اُس نے درخت پر چڑھ کر شاخوں میں ڈھونڈا مگر وہاں بھی کچھ نہ ملا۔ کلونگا گھبرا گیا۔ کمان اور تِیر کھو بیٹھنے کے بعد اُس کے پاس صرف ایک چاقو رہ گیا تھا۔ اس سے بڑے جانور کو ہلاک نہ کیا جا سکتا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اگر اب کسی حیوان سے مُڈ بھیڑ ہو گئی تو وہ مارا جائے گا۔ اس لیے اُسے یہ فکر پڑ گئی کہ اب جلد سے جلد اپنے گاؤں پہنچنا چاہیے۔ وہ راستے پر تیز دوڑنے لگا۔

اُس سے صرف چند گز پرے ٹارزن پتّوں کے ایک ڈھیر کے اندر چھپا ہوا تھا۔ جب کلونگا روانہ ہوا تو ٹارزن اُس ڈھیر سے نکل کر اس کے پیچھے ہو لیا۔ اُس نے کلونگا کی کمان اور تیر ایک بڑے سارے درخت کی شاخ میں مضبوطی سے باندھ دِیے اور اُس کی جڑ کے قریب چھال پر چاقُو سے نشان بنا دیا تا کہ بھُولے نہیں۔

پھر وہ تیز چل کر عین حبشی کے سر پر جا پہنچا۔ اُس نے رسّی کا پھندا سیدھے ہاتھ میں تھام رکھا تھا اور کالے آدمی کو مار ڈالنے کے لیے بالکل تیّار تھا۔ دیر صرف اس لیے کر رہا تھا کہ پہلے یہ دیکھ لینا چاہتا تھا کہ کالا آدمی کہاں جاتا ہے۔

یکایک اُسے ایک کھلی جگہ نظر آئی، جہاں درخت کاٹ دیے گئے تھے۔ اُس کے سِرے پر بہت سی جھونپڑیاں تھیں۔

ٹارزن نے جس وقت جھونپڑیاں دیکھیں اُس وقت وہ کلونگا کے عین اُوپر تھا۔ جنگل ختم ہو گیا تھا اور اُس کے پرے، جنگل اور گاؤں کے درمیان، دو سو گز کے کھیت تھے جِن میں فصل بوئی جا چکی تھی۔ ٹارزن نے سوچا جو کچھ کرنا ہے جھٹ پٹ کر ڈالنا چاہیے ورنہ شکار ہاتھ سے نکل جائے گا۔ جو نہی کلونگا جنگل سے باہر نکلا ایک بڑے درخت کی نِچلی شاخ پر سے رسّی کا پھندا اُترا اور کلونگا کے گلے میں پڑ کر کس گیا۔ کلونگا نے چیخ مارنی چاہی مگر ٹارزن نے اپنے شکار کو اتنی پھُرتی سے اُوپر کی طرف گھسیٹا کہ اُس کی آواز گلے

کے اندر گھٹ کر رہ گئی۔ اُس نے گردن کو بہت جھٹکے دیے مگر ٹارزن نے چار ہاتھ مار کر اسے اتنا اُوپر کھینچ لیا کہ وہ بیچ آدھ میں لٹک گیا اور تھوڑی دیر بعد مر گیا۔ یہ کالا کو ہلاک کرنے کا انتقام تھا۔

اب ٹارزن نے کلونگا کے چاقُو اور اُس کی پَروں والی ٹوپی پر قبضہ جمایا، اُس کی ٹانگ میں سے تانبے کا کڑا اُتار کر اپنی ٹانگ میں پہنا، پھر پھندا کھول کر کلونگا کے مُردہ جسم کو زمین پر ِگرا دیا۔

آدم خوروں کے گاؤں میں

ٹارزن درخت سے اُتر کر حبشیوں کے گاؤں کی طرف چلا۔ وہ اپنی نسل کی مخلوق کو دیکھنے اور اُن کے بارے میں اور باتیں جاننے کے لیے بے تاب ہو رہا تھا۔ وہ یہ بھی دیکھنا چاہتا تھا کہ یہ کالے جِن گھروں میں رہتے ہیں وہ کیسے ہوتے ہیں۔

گاؤں کے قریب ایک بہت گھنا درخت تھا جس کی پتّوں سے لدی پھندی شاخیں گاؤں پر جھکی ہوئی تھیں۔ ٹارزن اُس میں دبک کر بیٹھ گیا اور نیچے کا

تماشا دیکھنے لگا۔

ننگے دھڑنگے بچّے گاؤں کی گلیوں میں کھیل رہے تھے۔ کچھ عورتیں سُوکھے کیلوں کا آٹا پیس رہی تھیں، کچھ اِس کی روٹیاں پکا رہی تھیں۔ کھیتوں میں بھی عورتیں ہل چلانے، بیج ڈالنے اور دانہ جمع کرنے کے کام کر رہی تھیں۔ ہر ایک کی کمر کے گرد سُوکھی گھاس کی ایک عجیب سی پیٹی تھی۔ بُہت سی تانبے اور پیتل کے جھانجن، بازو بند اور کنگن بھی پہنے ہوئے تھیں، بعض کے گلوں میں عجیب طرح کے بَل کھاتے ہوئے تار تھے۔ بعض کی ناکوں میں بڑی بڑی نتھیں تھیں، پرے سِرے پر کچھ ہتھیار بند مرد پہرا دے رہے تھے۔ اس کے علاوہ وہ اور کوئی کام کرتے نظر نہ آئے۔ سب کام عورتیں ہی کر رہی تھیں۔

آخر میں اُس کی نظر اُس عورت پر پڑی جو اُس کے بالکل نیچے تھی۔ وہ ایک کڑھاؤ میں گاڑھا سا لال لال مسالا پکا رہی تھی۔ ایک طرف کچھ تِیر رکھے تھے۔ وہ عورت ایک تِیر اُٹھاتی، اُس کی نوک مسالے میں ڈبوتی، پھر اُسے

دائیں ہاتھ کی چوپائی پر رکھ دیتی۔ ٹارزن نے دیکھا کہ وہ اس کی بڑی احتیاط کرتی ہے کہ مسالا اُس کے ہاتھوں پر نہ لگے۔ ایک مرتبہ جب وہ ذرا سا اُس کے ایک ہاتھ پر لگ گیا تو اُس نے فوراً اُس ہاتھ کو پانی میں ڈبویا اور اُس پر پتّے مل مل کر جلدی جلدی دھو ڈالا۔

ٹارزن زہر کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ مگر اُس نے عقل سے پہچان لیا کہ یہی وہ چیز ہے جس سے حیوان پلک جھپکتے میں مر جاتے ہیں۔ اُس نے اپنے دِل میں سوچا، اگر یہ عورت صرف پل بھر کو یہاں سے ٹل جائے تو میں نیچے کُود کر کچھ مسالا لگے تیر اُٹھالاؤں۔

وہ اس عورت کو وہاں سے ہٹانے کی کوئی ترکیب سوچ ہی رہا تھا کہ اس جگہ کی طرف جہاں ٹارزن کلونگا کی لاش پھینک آیا تھا، ایک چیخ سنائی دی۔ ٹارزن نے اُدھر نظر کی تو دیکھا کہ وہاں ایک کالا کلوٹا حبشی کھڑا زور زور سے چِلّا رہا ہے۔ وہ نیزہ سر پر لے جا کر گھماتا اور بار بار زمین کی طرف اشارہ کرتا۔

گاؤں میں پل بھر کے اندر اندر کہرام مچ گیا۔ ہتھیار بند آدمی جھونپڑیوں سے نکل نکل کر دیوانوں کی طرح دوڑتے ہوئے اُس حبشی کے پاس پہنچ گئے۔ اُن کے پیچھے بوڑھے اور بُوڑھوں کے پیچھے عورتیں اور بچّے بھی آ گئے۔ دیکھتے ہی دیکھتے سارا گاؤں خالی ہو گیا۔

ٹارزن سمجھ گیا کہ اُنہیں اُس کے شکار کی لاش مل گئی ہے۔ مگر اُسے جس بات سے دلچسپی تھی، وہ یہ تھی کہ اب گاؤں میں کوئی نہیں رہا ہے۔ اس لیے وہ زہر لگے تِیر، جتنے چاہے اُٹھا سکتا ہے۔

وہ پھُرتی سے نیچے کُودا اور اِدھر اُدھر نظر دوڑانے لگا۔ وہاں کوئی نہیں تھا۔ اس کی نظر قریب کی ایک جھونپڑی کے دروازے پر پڑی جو کھلا ہوا تھا۔ اُس نے آگے بڑھ کر اندر جھانکا، پھر جھونپڑی میں داخل ہو گیا۔ اُسے ہلکے ہلکے اندھیرے میں دیواروں پر لمبے لمبے نیزے، طرح طرح کے چاقُو اور دو تین ڈھالیں لٹکی دکھائی دِیں۔ جھونپڑی کے عین بیچ ایک پتیلی پڑی تھی اور ایک طرف فرش پر بہت سی انسانی کھوپڑیاں دھری تھیں۔

ٹارزن نے دیواروں پر لٹکی ہوئی سب چیزیں ایک ایک کر کے اُتاریں، اُن کو کمرے کے بیچ میں رکھا، اُن پر پتیلی اوندھائی، اُس پر ایک کھوپڑی رکھی اور اُس کھوپڑی کے سر کو کلونگا کی پروں کی ٹوپی پہنادی۔

اِتنے میں حبشیوں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ ٹارزن لپک کر اُس جگہ آیا جہاں تِیروں کا گٹھا پڑا تھا۔ مسالے کے کڑھاؤ کو لات مار کر اُلٹ دینے کے بعد جتنے تِیر ایک بغل میں دبا سکا، اُنہیں اُٹھا کر درخت پر چڑھ کر بیٹھ گیا۔

گاؤں والے آنے لگے۔ ان میں سے تین نے کلونگا کی لاش اُٹھا رکھی تھی۔ اس کے پیچھے عورتیں روتی پیٹتی آرہی تھیں۔ وہ سب اُسی جھونپڑی کے دروازے پر رُکے جس میں ٹارزن نے چیزوں کے ڈھیر پر کھوپڑی رکھ کر اسے کلونگا کی ٹوپی پہنائی تھی۔ پانچ چھ آدمی اندر داخل ہوئے مگر فوراً ہی بھاگ کر باہر آگئے۔ وہ بہت گھبرائے ہوئے تھے اور جلدی جلدی کچھ کہہ رہے تھے۔ تمام لوگ اُن کے گرد اکٹھے ہو گئے۔ پھر کئی حبشیوں نے

جھونپڑی کے دروازے پر آکر اندر جھانکا۔ آخر میں قبیلے کا سردار مُبونگا جھونپڑی کے اندر داخل ہوا۔ کلونگا اُسی کا بیٹا تھا۔ سردار ایک بُوڑھا آدمی تھا۔ اُس کے بازوؤں اور ٹانگوں پر دھات کے بہت سے زیور اور گلے میں سوکھے انسانی ہاتھوں کی مالا تھی۔

کچھ لمحے سنّاٹا چھایا رہا۔ پھر مُبونگا باہر نکلا۔ اُس کے چہرے سے غصّہ اور خوف دونوں ظاہر ہو رہے تھے۔ اُس نے حبشیوں سے کچھ کہا۔ وہ فوراً ہر جھونپڑی اور گاؤں کے ہر کونے کھدرے کی تلاشی لینے لگے۔ اور جب کڑھاؤ کے اُلٹے جانے اور زہریلے تِیر چوری ہونے کا حال معلوم ہوا تو سب ڈر کر سردار کے گِرد ایک دوسرے میں گھُس کر کھڑے ہو گئے۔ اب دوپہر ہو چکی تھی۔ ٹارزن کو بھوک لگ رہی تھی، اِس لیے وہ وہاں سے روانہ ہو گیا۔

گوریلوں کا بادشاہ

ٹارزن نے راستے میں رُک کر کلونگا کی کمان اور تِیر لیے، پھر قبیلے میں پہنچ کر اپنی فتح کا حال سُنایا اور لوٹ کا مال بھی دکھایا۔

کرچاک نے بُڑبُڑا کر منہ پھیر لیا کیونکہ وُہ ٹارزن سے جلتا تھا۔

ٹارزن نے کمان سے تِیر چلانے کی مشق شروع کر دی اور پورا ایک مہینہ بھی نہ گُزرا تھا کہ اچھا خاصا نشانہ لگانے لگا۔ جب کبھی موقع ملتا وہ کیبن میں داخل ہو کر کتابیں بھی پڑھتا رہا۔ ایک دِن اُسے ایک الماری میں دھات کا

ایک چھوٹا سا بکس ملا۔ اُس میں سے ایک نوجوان آدمی کا فوٹو، ایک سنہری زنجیر، جس میں ایک جڑاؤ سنہری لاکٹ تھا، کچھ خط اور ایک چھوٹی سی کتاب نکلی۔ ٹارزن اِن چیزوں کو اُلٹ پلٹ کر دیکھتا بھالتا رہا۔ اُسے ان میں سے فوٹو سب سے زیادہ پسند آیا۔ اُسے کیا پتا تھا کہ یہ اُس کے باپ کی تصویر ہے۔ اُس نے فوٹو کو تو بکس میں رکھ دیا اور سنہری زنجیر گلے میں ڈال لی۔ خط اِس سے پڑھے ہی نہ گئے کیونکہ وہ صرف چھپے ہوئے حرف پڑھ سکتا تھا۔ اِس لیے انہیں بھی بکس میں واپس رکھ دیا اور پھر کتاب کی طرف توجّہ کی۔ مگر اِس کی عبارت بھی نہ پڑھی گئی کیونکہ اُس کے تمام حرف گھسیٹ کر اور ملا کر لکھے گئے تھے۔ اُس نے یہ کتاب بھی بکس میں واپس رکھ دی۔ یہ جان کلِیٹَن کی ڈائری تھی۔

تِیر کمان کی مشق کرنے سے ٹارزن کے پاس تِیر ختم ہو گئے تھے۔ اِس لیے وہ ایک دِن صُبح ہی کالے آدمیوں کے گاؤں کی طرف روانہ ہو گیا اور دوپہر ہونے سے پہلے پہلے وہاں پہنچ گیا۔ وہ ایک درخت پر بیٹھ کر دیکھنے لگا

کہ وہاں کیا ہو رہا ہے۔ کئی گھنٹے گُزر گئے مگر تیر چُرانے کا موقع نہ ملا۔ شام ہوتے قبیلے کے شکاری ایک انسان کو پکڑ کر لائے۔ تمام قبیلے والے گاؤں کے بیچ میں اُس جگہ جمع ہوئے جہاں اُن کا شکار ایک لمبے کھمبے سے بندھا پڑا تھا۔ وہ ناچتے ہوئے چیخیں مار مار کر چھریوں سے اُس کی بوٹیاں کاٹ کاٹ کر کھانے لگے۔ ٹارزن اُنہیں غافل پا کر درخت کے نیچے اُترا اور اُن کے سارے زہریلے تیر اُٹھا لیے۔ پھر اُنہیں ایک درخت کے پاس رکھ کر اُسی جھونپڑی میں گھُسا جس میں ہتھیاروں کے ڈھیر پر کھوپڑی رکھ گیا تھا۔ اور وہاں سے ایک انسانی کھوپڑی ہاتھ میں اُٹھا کر اُس جگہ پہنچ گیا جہاں تیروں کا گٹھا رکھ گیا تھا۔ گٹھے کو بغل میں دبا کر اُس نے اُچھل کر درخت کی شاخ پکڑی اور ایک ایسی جگہ جا بیٹھا جہاں سے گاؤں کے بیچ کا وہ حصّہ صاف نظر آ رہا تھا جہاں قبیلے والوں نے اپنے شکار کو باندھ کر ڈال رکھا تھا۔

ٹارزن نے وہ انسانی کھوپڑی جو وہ جھونپڑی سے اُٹھا کر لایا تھا، اُن کی طرف اس طرح تاک کر پھینکی کہ وہ عین بیچ میں جا کر گری۔ حبشی ایک لمحے کے

لیے دَم سادھے گھورتے رہے۔ پھر سٹپٹا کر جھونپڑیوں کی طرف بھاگے۔ وحشی لوگ بڑے وہمی ہوتے ہیں اور بھُوت پریت سے بہت ڈرتے ہیں۔ کھوپڑی آسمان سے گرنے سے انہیں یقین ہو گیا کہ کوئی بھُوت یا خبیث روح اُن کے پیچھے پڑ گئی ہے۔

بعد میں جب اُنہوں نے دیکھا کہ زہریلے تِیر بھی غائب ہیں تو اُنہوں نے سوچا کہ اس جگہ کی روح اُن سے ناراض ہے کیونکہ اُنہوں نے یہاں اپنی بستی تو بسالی ہے مگر ابھی تک اُسے بھینٹ نہیں دی۔ اُنہوں نے یہ انتظام کیا کہ روز اُس درخت کی جڑ میں کھانے پینے کی چیزیں رکھی جائیں جہاں سے تِیر غائب ہوئے ہیں۔ ٹارزن نے وہ رات ایک درخت پر گزاری۔ صُبح کو اُس کی آنکھ کھلی تو دیکھا کہ اُس سے صرف بیس قدم کے فاصلے پر ایک شیرنی راستہ روکے کھڑی ہے۔

اُس کی پیلی پیلی آنکھیں ٹارزن پر جمی ہوئی تھیں۔ وہ اپنی لال لال زبان بار بار ہونٹوں پر پھیرتی اور دُم ہِلا ہِلا کر بے قراری کا اظہار کرتی تھی۔

ٹارزن اُسے دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ اِس کا بھوک کے مارے بُرا حال ہو رہا تھا۔ کل سے اب تک صرف کچھ جنگلی بیر، ایک آدھ کیڑا مکوڑا اور کچھ ترکاریاں ہی حلق کے نیچے اُتری تھیں۔ اب شیرنی کو مار کر اُس کا مزیدار گوشت کھانے کو ملے گا۔

اُس نے کمان کندھے سے اُتاری اور تیر جوڑ کر عین اُس وقت شیرنی پر چلایا جب اُس نے حملہ کیا۔ شیرنی حملے کے زور میں اُس جگہ زمیں پر گری جہاں ٹارزن کھڑا تھا۔ وہ اُچھل کر پرے ہٹ گیا۔

شیرنی بڑے زور سے دھاڑی اور اُس نے ایک بار پھر حملہ کیا۔ ٹارزن نے بھی تیر مارا۔ مگر اِس مرتبہ شیرنی ٹارزن سے اتنی زیادہ قریب تھی کہ وہ پرے نہ ہٹ سکتا تھا۔ وہ اُس پر آ پڑی اور وہ اُس کے لمبے چوڑے بھاری جِسم کے بوجھ سے زمین پر گر پڑا۔ لیکن اُسے چاقُو نکال لینے کا موقع مل گیا جو اُس نے کھچ کھچ شیرنی کے جسم میں مارنا شروع کر دیا۔

ایک لمحے تک تو ٹارزن شیرنی کے تلے دبا پڑا رہا پھر اُسے معلوم ہوا کہ وہ تو

مر چکی ہے۔ وہ جُوں توں اُس کے نیچے سے نکلا اور جب اپنے شکار پر نظر
ڈالی تو فخر سے اس کا سینہ پھول گیا۔ اُس نے اپنے دُشمن کے مردہ جسم پر
پاؤں رکھا اور پھر سر کو پیچھے کی طرف جھٹکا دے کر ایک جیتے ہوئے
گوریلے کی طرح بڑے زور سے دھاڑا۔ پھر اُس نے شیرنی کے گوشت سے
اپنا پیٹ بھرا۔ اُس کے بعد اُس کی کھال اُتاری اور اِن کاموں سے فارغ
ہونے کے بعد پڑ کر سو گیا۔ کچھ تو تکان اور کچھ پیٹ بھرا ہوا، وہ اگلے دِن
دوپہر تک بے خبر سوتا رہا۔

جب وہ اٹھا تو فوراً ہی اپنے قبیلے کی طرف چلا۔ راستے میں زہریلے تِیر سے
ایک ہرن مارا اور جب قبیلے میں پہنچا تو شیرنی کی کھال اور ہرن دکھا کر قبیلے
والوں سے کہا۔ "دیکھو کرچاک کے گوریلو، دیکھو! طاقت وَر ٹارزن نے کیا
کارنامہ دکھایا ہے، تم میں سے کون ہے جس نے شیرنی کو مارا ہو۔ ٹارزن تم
سب سے زیادہ طاقت وَر ہے کیونکہ ٹارزن گوریلا نہیں ہے وہ۔۔۔" مگر وہ
آگے نہ بول سکا کیونکہ گوریلوں کی زبان میں آدمی یا انسان کے لیے کوئی

لفظ نہیں ہے اور ٹارزن بھی یہ لفظ انگریزی زبان میں لکھ ہی سکتا تھا، بول نہیں سکتا تھا۔

اور سب گوریلے تو اس کے گرد آن جمع ہوئے تھے مگر کرچاک نہ آیا تھا۔ اچانک وہ ایک دہشت ناک چیخ مار کر گوریلوں پر آ پڑا۔ کسی کے کاٹ کھایا، کسی کا ہاتھ پاؤں توڑ دیا اور کسی کو جان ہی سے مار ڈالا۔ جو بچ سکے وہ بھاگ کر درختوں پر چڑھ گئے۔ اُن میں سے ایک ٹارزن بھی تھا۔ کرچاک نے اُس کی طرف دیکھ کر چیخ کر کہا۔ "نیچے اُتر! آ تجھے بھی مزا چکھاؤں۔ تُو تو بڑا طاقت وَر گوریلا ہے۔ کیا طاقت وَر حیوان خطرے سے ڈر کر درخت پر چڑھ جایا کرتے ہیں؟"

ٹارزن فوراً درخت سے کود کر زمین پر آ کھڑا ہوا۔ کرچاک نے دہاڑتے ہوئے اُس پر حملہ کر دیا۔ سارا قبیلہ سانس روک کر اس دیو جیسے حیوان اور ٹارزن کی لڑائی دیکھنے لگا۔

ٹارزن کے پاس تِیر اور کمان نہیں تھے۔ گوریلوں کو شیرنی کی کھال

دکھاتے وقت اُس نے یہ ہتھیار ایک جگہ ڈال دیے تھے۔ وہ صرف شکاری چاقُو اور اپنی عقل کے بل پر کرچاک کے مُقابلے پر آ گیا تھا۔ جب کرچاک غرّاتا اور دہاڑتا ہوا اُس کی طرف آیا تو وہ چاقُو ہاتھ میں لے کر آگے بڑھا اور اُس نے بھی اتنی خوف ناک دہاڑ ماری کہ سُننے والوں کا خون رگوں میں جمنے لگا۔

اُس کا مقصد آگے بڑھنے سے یہ تھا کہ پہلے خود حملہ کرے تا کہ گوریلے کے بازوؤں کی جکڑ میں نہ آئے۔ اُن کے جسم ٹکرانے کو تھے کہ ٹارزن نے گوریلے کی کلائی پکڑی اور اُچھل کر اپنا چاقُو اُس کے جسم کے اندر اُتار دیا۔

اُسے اُمید تھی کہ گوریلا فوراً گر پڑے گا۔ مگر کرچاک بھی آخر قبیلے کا بادشاہ تھا اور اُن کا بادشاہ وہی بن سکتا تھا جو سب سے زیادہ طاقت وَر ہو۔ اُس میں بڑی جان تھی۔ اس سے پہلے کہ ٹارزن اُس کے جسم میں تَیرا ہوا چاقُو کھینچ سکے اُس نے ایک جھٹکا مار کر چاقُو ٹارزن کی گرفت سے چھڑا لیا اور

ٹارزن کے سر پر اتنے زور کا تھپّڑ مارا کہ اگر پڑ گیا ہوتا تو اُس کی کھوپڑی پھٹ گئی ہوتی۔ ٹارزن ڈُبکی لگا کر وار خالی دے گیا تھا۔

کرچاک کا وار ٹالنے کے بعد ٹارزن نے اس دیو کے پیٹ میں پوری طاقت سے گھونسا مارا۔ کرچاک کی ٹانگیں لڑکھڑا گئیں کیونکہ اُس کے پہلو میں پہلے ہی ایک گہرا زخم تھا۔ مگر اُس پر بھی اُس نے ٹارزن کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچا اور اپنے لمبے لمبے نُکیلے تیز دانت ٹارزن کے گلے کی طرف بڑھائے۔ ٹارزن بھی غافل نہیں تھا، اُس کی اُنگلیاں پہلے سے کرچاک کے گلے تک پہنچ گئی تھیں۔

اب ان میں کھینچا تانی شروع ہو گئی۔ ایک چاہتا تھا کہ اگلے کو اپنے لمبے لمبے خوف ناک دانتوں سے مار ڈالوں۔ دوسرے کی کوشش یہ تھی کہ دُشمن کا گلا دبا دوں اور اُس کے غُرّاتے ہوئے منہ کو اپنے گلے کے قریب نہ آنے دوں۔ کرچاک زیادہ طاقت وَر تھا، اس لیے رفتہ رفتہ وہ بھاری پڑنے لگا اور اُس کے دانت ٹارزن کے گلے سے صرف ایک انچ دُور رہ گئے۔ مگر پھر

اچانک اُس نے ایک جُھرجُھری لی، اُس کا بھاری جسم ایک لمحے کے لیے سختایا، اِس کے بعد بے جان ہو کر زمین پر گر پڑا۔ کرچاک مر گیا۔

ٹارزن نے اپنا چاقو اُس کے جسم میں سے نکال لیا اور ایک بار پھر جنگل اُس کی خوف ناک دہاڑ سے گونج اٹھا۔ یوں ٹارزن گوریلوں کا سردار بن گیا۔

ٹارزن چلا گیا

ٹارزن کو اور سب گوریلوں نے تو اپنا سردار مان لیا تھا مگر ایک نوجوان گوریلے ٹرکوز کو اُس سے باوا مارے کا بیر تھا۔ وہ آنا کانی کرتا رہتا تھا۔ اُسے نئے سردار کے تیز چاقُو اور اُس کے زہریلے تِیروں کا ڈر تھا ورنہ کھلم کھلا بغاوت کر دیتا۔ ٹارزن بھی اِس چھُپے دُشمن کی طرف سے بے خبر نہیں تھا۔

ٹرکوز کے بعد اُس کے دُشمن وہ کالے آدمی تھے جو گوریلوں کے علاقے میں آن بسے تھے۔ ٹارزن رات کے وقت اپنے گوریلوں کو ساتھ لے جا کر

اُن کے گاؤں پر چھاپے مارتا رہتا تھا اور اکیلا بھی وہاں جا کر زہریلے تِیر چُرا لایا تھا۔ حبشی خُود بھی اِس علاقے کی رُوح کو راضی رکھنے کے لیے اُس درخت کے نیچے تِیر اور کھانے پینے کی چیزیں رکھ دیا کرتے تھے جہاں ٹارزن نے اُن کے سردار کے بیٹے کی لاش پھینکی تھی۔ ٹارزن تِیر اُٹھا لیتا اور اُن کے ساتھ رکھی گئی چیزیں کھا پی لیتا۔ جب حبشیوں نے دیکھا کہ اُن کی بھینٹ قبول کر لی جاتی ہے تو اُن پر اس روح کا سچ مچ رُعب چھا گیا اور وہ کہیں اور جا بسنے کی سوچنے لگے۔

ابھی تک حبشی ٹارزن کے کیبن تک نہیں پہنچے تھے۔ مگر ٹارزن کو یہ اندیشہ ہونے لگا کہ کہیں وہ وہاں پہنچ کر اُس کے خزانے پر ہاتھ صاف نہ کر دیں۔ اس لیے وہ زیادہ وقت کیبن کے آس پاس ہی گُزارنے لگا۔ اِدھر اُس کے ہر وقت موجود نہ ہونے کی وجہ سے گوریلوں میں لڑائی جھگڑے ہونے لگے۔ اس سے ٹارزن کا جی گھبرا گیا اور گوریلوں کی سرداری اُسے وبال معلوم ہونے لگی۔ اِس کے علاوہ ایک بات یہ بھی تھی کہ ٹارزن نے بڑے

ہو جانے کے بعد یہ اندازہ کر لیا تھا کہ وہ گوریلوں سے الگ ہے۔ اُس کے پاس دماغ تھا، اُن کے پاس دماغ نہیں تھا۔ جو عجیب عجیب باتیں ٹارزن کے دماغ میں آتی رہتی تھیں گوریلوں کو کبھی خواب میں بھی نہ سوجھی ہوں گی۔ ٹارزن ان کو یہ باتیں بتا اور سمجھا بھی نہ سکتا تھا، کیونکہ گوریلوں کی زبان گنے چنے لفظوں تک تھی۔ اُن باتوں کے لیے جو ٹارزن نے کتابیں پڑھ پڑھ کر معلوم کی تھیں، اُن کے پاس لفظ ہی نہیں تھے۔

پھر اب قبیلے میں اُس کے دوست اور مددگار بھی نہ رہے تھے۔ کالا مر چکی تھی۔ ٹارزن کے ساتھ کے کھیلے ہوئے گوریلا بچّے، بڑے ہو جانے کے بعد آنکھیں دکھانے لگے تھے۔ اِن باتوں کے باوجود وہ کسی نہ کسی طرح نبھائے جا رہا تھا مگر ایک دِن ایک واقعہ ایسا ہوا کہ حالات قابو سے باہر ہو گئے۔

سارا قبیلہ ایک جگہ کھا پی رہا تھا کہ ٹرکوز نے ایک بُوڑھے گوریلے کی بیوی کو پکڑ کر مارنا شروع کر دیا۔ ٹارزن کے پاس اُس وقت کمان نہیں تھی۔ یہ

دیکھ کر ٹرکوز شیر ہو گیا اور ٹارزن کے منع کرنے پر بھی اُس عورت کو مارتا رہا۔ ٹارزن فوراً اس پر جا پڑا۔ اُس کے پاس چاقو تھا مگر ٹرکوز کے دانت بھی کچھ کم تیز نہیں تھے۔ ٹارزن نے اس کے سر اور سینے پر چھ سات زخم لگائے مگر ٹرکوز نے بھی ٹارزن کو لہولہان کر دیا۔

کچھ دیر تک لڑائی جاری رہی۔ پھر ٹارزن کو ایک تدبیر سوجھی۔ وہ ٹرکوز کی پیٹھ پر چڑھ کر اُس کے چاقو مارنا چاہتا تھا۔ ٹرکوز حیوان ہونے کی وجہ سے ٹارزن کی اِس چال کو سمجھ نہ سکا اور اُسے اپنی پیٹھ پر چڑھ جانے دیا مگر جب اُس نے دیکھا کہ اُس کا دُشمن اُس کے دانتوں اور پنجوں سے بچ گیا ہے تو خود کو اپنے زور سے زمین پر گِرایا کہ ٹارزن کے ہاتھ سے چاقو چھُوٹ کر دُور جا پڑا۔ چند منٹ تک وہ دونوں ایک دوسرے سے چمٹے ہوئے لُڑھکنیاں کھاتے رہے۔ پھر ٹارزن نے ایک بازو پیچھے سے ٹرکوز کی بغل میں ڈالا اور دُوسرے سے اُس کی گردن دبانی شروع کی۔ اس داؤ سے ٹرکوز کا منکا ٹوٹنے لگا۔ ٹارزن سمجھ گیا کہ ٹرکوز اپنے آپ کو اس کی پکڑ سے چھڑا

نہیں سکتا اور کوئی دم جاتا ہے کہ اُس کی گردن ٹوٹ جائے گی۔ اچانک اُسے خیال آیا کہ اِسے مار کر کیا ملے گا۔ اگر میں اِسے زندہ چھوڑ دوں تو اسے قبیلے کا سردار بنا کر خود آزاد ہو جاؤں گا۔ اُس نے ٹرکوز کے کان میں کہا۔ ''کا گوڈا؟''

ٹرکوز خاموش رہا۔ ٹارزن نے تھوڑا دباؤ اور ڈال دیا۔ ٹرکوز کے منہ سے ایک ہولناک چیخ نکلی۔ ٹارزن نے پھر پوچھا۔ ''کا گوڈا؟''

ٹرکوز نے ہار مانتے ہوئے کہہ دیا۔ ''کا گوڈا۔''

ٹارزن نے اپنی پکڑ تھوڑی سی ڈھیلی کر دی مگر اب بھی اُسے جکڑے رہا۔ پھر کہا۔ ''میں گوریلوں کا بادشاہ ہوں۔ زبردست شکاری۔ زبردست لڑیّا۔ سارے جنگل میں مجھ جیسا طاقت والا اور کوئی نہیں ہے۔ تم نے مجھ سے ہار مان لی ہے۔ سارے قبیلے نے تمہیں ہار مانتے دیکھا ہے۔ اب کبھی اپنے سردار یا قبیلے کے کسی گوریلے سے لڑائی بھڑائی نہ کرنا، ورنہ میں تم کو جان سے مار دوں گا۔ سمجھ گئے؟''

”ہوہ۔“ٹر کوز کے منہ سے نکلا۔

”خوب اچھی طرح سمجھ گئے؟“

”ہوہ۔“گوریلے نے دوبارہ کہا۔

ٹارزن نے اسے چھوڑ دیا۔ اِس واقعے سے سب گوریلوں کے ذہنوں میں یہ بات جم گئی کہ ٹارزن بہت بہادر ہے اور ایک عجیب مخلوق بھی ہے۔ عجیب مخلوق اِس لیے کہ وہ دُشمن کو مار سکتا تھا، مگر مارا نہیں۔

تیسرے پہر کو ٹارزن نے سب گوریلوں کو ایک جگہ اکٹھا کر کے اُن سے کہا۔ ”آج تم نے دیکھ لیا کہ ٹارزن تم سب سے زیادہ طاقت وَر ہے؟“ سب نے ایک آواز سے کہا۔ ”ہوہ۔ ٹارزن سب سے زیادہ طاقت وَر ہے۔“

ٹارزن کہتا رہا۔ ”مگر ٹارزن گوریلا نہیں ہے۔ وہ تم جیسا نہیں ہے۔ اس لیے وہ اپنی نسل کے لوگوں کے مکان میں رہنے کے لیے جا رہا ہے، جو اس بڑی جھیل کے پاس ہے۔ تم کسی اور کو سردار بنا لو۔ ٹارزن اب واپس نہیں

آئے گا۔"

گوریلوں کے قبیلے کا ساتھ چھوڑنے کے بعد ٹارزن سمندر کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہ اب کیبن میں رہنا چاہتا تھا۔ ٹرکوز کے ساتھ لڑائی میں اُس کے جو زخم آئے تھے اُن کی وجہ سے اُسے تکلیف بھی ہو رہی تھی اور وہ کمزور بھی تھا، اس لیے رُک رُک کر چلا۔ کچھ دُور جانے کے بعد کسی جگہ ٹھہر کر سستا لیتا۔ جب دم آجاتا تو آگے روانہ ہو جاتا۔ دس گیارہ دِن کے اندر اندر وہ پھر ہٹّا کٹّا ہو گیا۔

ٹارزن گوریلے سے آدمی بننے کے لیے یہ بھی چاہتا تھا کہ اُس کے جسم پر انسانوں جیسا لباس ہو۔ اِس لیے ضروری ہو گیا کہ وہ مبونگا کے گاؤں پہنچے اور وہاں سے کپڑے حاصل کرے۔

اُس کے چہرے پر بال بھی نکلنے لگے تھے۔ اُسے کیبن میں سے اپنے باپ کا جو فوٹو ملا تھا وہ ایک ایسے انسان کا تھا جس کی ڈاڑھی اور مونچھیں صاف تھیں۔ ٹارزن کو یہ چہرہ بہت پسند آیا تھا اور وہ چاہتا تھا کہ اُس کا چہرہ بھی اُسی

طرح صاف ہو۔ پھر فوٹو والے آدمی کے چہرے کی طرح کالے انسانوں کے چہروں پر بھی بال نہیں ہوتے تھے۔ اِس لیے اور بھی ٹارزن کو اس بات کا یقین ہو گیا تھا کہ اِنسانوں کے چہروں پر بال نہیں ہوا کرتے۔ یہ تو گوریلوں ہی کے چہروں پر ہوتے ہیں۔

اب سوال پیدا ہوا کہ یہ بال کیسے مُونڈے جائیں؟ اُس کے پاس لے دے کے چاقُو ہی تھا۔ مگر جب اُس نے چاقُو سے بال مُونڈنے چاہے تو چہرے کی کھال کٹنے لگی۔

ٹارزن اپنے چہرے پر دو ایک زخم لگا چکنے کے بعد اِس نتیجے پر پہنچا کہ چاقُو کی دھار اور تیز ہونی چاہیے۔ وہ چاقُو کو ایک پتھّر کے ٹکڑے پر گھِسنے بیٹھ گیا۔ کافی دیر کی گھِسائی کے بعد چاقو کی دھار خوب تیز ہو گئی۔ اب اُس نے اپنے چہرے کے بال مُونڈنے شروع کیے۔ مگر جو بات اُسترے میں ہے وہ چاقو میں نہیں ہو سکتی۔ اِس لیے اُسے خاصی تکلیف بھی ہوئی اور اُس کا چہرہ جگہ جگہ سے چھِل بھی گیا مگر وہ گوریلوں کی یہ نشانی اپنے چہرے سے ہٹا کر رہا۔

جب وہ پہلے جیسا طاقت وَر ہو گیا تو اب اُس نے مبو نگا کے گاؤں جانے کا ارادہ کیا۔

یہ گاؤں اُس کے کیبن سے کافی دُور تھا مگر وہ درختوں درختوں پاس کے راستے سے چلا تو بہت جلد اُس کے قریب جا پہنچا۔ اب اُسے جلدی کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ اس لیے جنگل کے راستے کے اوپر درختوں درختوں مزے مزے سے چلنے لگا۔ مگر چوکنّا رہا کیوں کہ گاؤں کے آس پاس کالے آدمی مل سکتے تھے۔

اُس کا یہ اندازہ درست نکلا۔ ابھی اُس نے دو چار درخت ہی پھلانگے تھے کہ ایک حبشی جاتا ہوا مل گیا اور اُس نے ٹارزن کو دیکھ بھی لیا۔

ٹارزن نے بھی اُسے دیکھ لیا تھا مگر اس سے پہلے کہ کمان کندھے سے الگ کر کے تِیر جوڑتا اور کالے آدمی کو نشانہ بناتا وہ چیختا ہوا بھاگ نکلا۔

ٹارزن نے درختوں درختوں اُس کا پیچھا کرنا شروع کر دیا۔ اُس کے ساتھ دو حبشی اور بھی تھے۔ ٹارزن درختوں کو پھلانگتا ہوا اُن سے آگے نکل گیا

اور ایک درخت کے گھن کے اندر چھپ کر انتظار کرنے لگا کہ وہ کب اُس کے تلے سے گُزرتے ہیں۔

جب وہ آئے تو ٹارزن نے اُن میں سے دو کو تو گزر جانے دیا مگر جب تیسرا گُزرا تو رسّی کا پھندا اُس کے گلے میں ڈال کر کس لیا۔ یہ حبشی وہی تھا جو اُسے دیکھ کر چیختا ہوا بھاگا تھا۔ اگلے دونوں حبشیوں نے اپنے ساتھی کی آواز سُنی تو مُڑ کر دیکھا۔ اُس کا جسم آہستہ آہستہ اِس طرح اُوپر کی طرف اُٹھ رہا تھا جیسے یہ جادُو کا کرشمہ ہو۔ اُن پر یہ خوف ناک نظّارہ دیکھ کر اتنی دہشت چھائی کہ اُسی دم سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

ٹارزن نے اپنے شکار کو ہلاک کر کے اُس کے ہتھیار زیور اور جانگیا جو چیتے کی کھال کا تھا، اُتار کر پہنے، پھر اُس کی لاش کو کندھے پر ڈال کر درختوں درختوں گاؤں کی طرف روانہ ہوا۔ جب وہ جنگل کے سِرے پر پہنچا تو دیکھا کہ اُن دونوں کالے آدمیوں کے گرد، جو بھاگے تھے، بہت سے کالے آدمی کھڑے ہیں۔ اُن کی آنکھیں حیرت سے پھٹی جا رہی تھیں اور بہت

گھبرائے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔

عین اُسی وقت ٹارزن نے اُس حبشی کی لاش نیچے پھینک دی۔ کالے آدمی چیخیں مارتے ہوئے سر پر پاؤں رکھ بھاگے اور اپنی اپنی جھونپڑیوں میں جا گھُسے۔ چند لمحے کے اندر اندر گاؤں میں سنّاٹا چھا گیا۔ ٹارزن نے بے کھٹکے نیچے اُتر کر زہریلے تیر بھی سمیٹ لیے اور وہ کھانا بھی اُٹھالیا جو حبشیوں نے رُوح کے لیے رکھا تھا۔

اُس رات گاؤں میں وحشیوں کے بڑے بُوڑھے سر جوڑ کر بیٹھے اور اس نتیجے پر پہنچے کہ رُوح کے ہاتھوں وہی لوگ مارے جاتے ہیں جو اُس کو دیکھ لیتے ہیں۔ اِن دو آدمیوں کو رُوح نے اس لیے مار ڈالا کہ اُن کی اُس پر نظر پڑ گئی تھی۔ اُنھوں نے فیصلہ کیا کہ تیر اور کھانے پینے کی چیزیں آئندہ گاؤں کی دیوار کے باہر ایک چھوٹی سی جھونپڑی بنا کر اس میں رکھی جائیں۔ رُوح نہ گاؤں کے اندر آئے گی نہ کسی کی اُس پر نظر پڑے گی۔

اِدھر جب ٹارزن کیبن کی طرف واپس آیا تو دیکھتا کیا ہے کہ ساحل پر ایک

بڑا سا جہاز کھڑا ہے۔ وہ درختوں درختوں دبے پاؤں چل کر جہاز کے قریب پہنچا تو دیکھا کہ ایک چھوٹی سی کشتی کنارے سے لگی ہوئی ہے اور خشکی پر کچھ آدمی کھڑے ایک دوسرے کو مُکّے دکھا دکھا کر باتیں کر رہے ہیں۔ پھر اُن میں سے ایک ٹھنگنے آدمی نے ایک اور آدمی کا بازو پکڑ کر، جو اُس سے کہیں زیادہ لمبا تڑنگا تھا، خشکی کی طرف اشارہ کیا اور جونہی لمبا آدمی مُڑا، ٹھنگنے نے اپنی پیٹی سے ریوالور کھینچ کر اُس کے گولی مار دی۔

باقی سب آدمی زور سے ہنسے اور اُن میں سے ایک نے ٹھنگنے آدمی کی پیٹھ ٹھونکی۔ اس کے بعد وہ سب کشتی پر جا چڑھے اور کشتی جہاز کا رُخ کرنے لگی۔

اُدھر کشتی جا کر جہاز سے لگی اور وہ لوگ جہاز پر چڑھے، اِدھر ٹارزن جھپ سے اپنے کیبن کے اندر گھُسا۔ مگر یہ دیکھ کر اُس کے غصّے کی کوئی حد نہ رہی کہ سارا سامان اِدھر اُدھر بکھرا پڑا ہے۔ وہ دوڑ کر میز کے قریب پہنچا۔ دھات کا بکس جوں کا توں رکھا تھا۔ اُس نے اُسے دیکھ کر چین کا سانس لیا۔

پھر اس نے کیبن کے دروازے پر جا کر باہر جھانکا تو دیکھا کہ بہت سے بکس اور بنڈل جہاز پر لادے جا رہے ہیں۔

اُس نے واپس آ کر ایک کاغذ پر موٹی موٹی تین چار سطریں لکھیں اور اُسے دروازے کے ایک کِواڑ پر لگا دیا۔ پھر وہ اپنا بکس اور تِیر کمان اُٹھا کر باہر آیا اور درختوں کے جھُنڈ میں چھپ کر ساحل کی طرف دیکھنے لگا۔

کچھ دیر بعد دو اور جہاز آ کر رُکے اور اُن میں سے پانچ آدمی اُترے۔ ایک بُوڑھا تھا جس کے سر کے بال سفید تھے اور آنکھوں پر عینک تھی۔ وہ فراک کوٹ پہنے ہوئے تھا اور سَر پر ریشمی ٹوپی تھی۔ دوسرا لمبا تڑنگا جوان آدمی تھا، جو سفید کپڑے پہنے ہوئے تھا۔ اُس کے پیچھے ایک اور بُوڑھا آدمی اُترا، جس کا ماتھا اونچا تھا اور جو باتیں کرتے میں گھبرا جاتا تھا۔ اُن کے بعد ایک موٹی کالی حبشن اُتری، جس نے شوخ رنگوں کے کپڑے پہن رکھے تھے۔ اخیر میں ایک لڑکی اُتری جس کی عمر اُنیس بیس سال کے لگ بھگ ہو گی۔

ان جہازوں کے ملّاحوں میں وہ ٹھنگنا خبیث آدمی بھی تھا جس نے لمبے تڑنگے آدمی کو گولی ماری تھی۔ ان لوگوں کا سامان اُسی نے اُتروایا اور اُسے کیبن تک پہنچایا مگر جب وہ کیبن کے دروازے پر پہنچا تو اُسے تعجّب سے گھورنے لگا۔ پھر فراک کوٹ والے بُوڑھے کی طرف مُڑ کر اُس سے بولا۔

"پروفیسر، ذرا یہاں آکر یہ تو پڑھو۔ کیا لکھا ہے؟"

بُوڑھا پروفیسر جس کا نام پورٹر تھا، پرچہ پڑھ کر بُڑبُڑایا۔ "عجیب بات ہے۔ بڑی عجیب بات ہے۔" اور مُڑنے لگا۔ مگر ٹھنگنے آدمی نے اس کا بازو پکڑ کر کہا۔ "او سُوکھے سڑے آدمی، اُونچی آواز سے پڑھو۔ پڑھ سکتے ہو یا نہیں؟"

"ہاں ہاں کیوں نہیں۔" پروفیسر نے جواب میں کہا۔ اور عینک ناک پر رکھ کر اُونچی آواز سے پڑھنے لگا۔

"یہ ٹارزن کا گھر ہے جو بہت سے حیوانوں اور کالے آدمیوں کو ہلاک کر چُکا ہے۔ اس کی چیزوں کو چھیڑو نہیں۔ ٹارزن دیکھ رہا ہے۔ گوریلوں کا ٹارزن۔"

"یہ کیا رگڑا جھگڑا ہے؟" ٹھنگنے آدمی نے چکرا کر کہا۔ "یہ ٹارزن کون بلا ہے؟"

پروفیسر پورٹر نے ایک بار پھر عینک لگا کر اطلاع پڑھی اور بولا۔ "ہاں واقعی عجیب بات ہے! مگر مجھے افسوس ہے کہ میں یہ معمّہ حل نہیں کر سکتا۔"

"مگر ابّا جی۔" لڑکی بولی۔ "آپ نے تو ابھی تک کچھ کہا ہی نہیں ہے۔"

"کہے گا کیا۔" ٹھنگنا خبیث غرّایا۔ "اِس اُلّو کی دُم کو کچھ معلوم ہی نہیں ہے۔"

"زبان سنبھال کر بات کر۔" نوجوان نے اُسے ڈانٹا۔ "تو نے اپنے افسروں کو ہلاک کیا ہے اور ہمیں لُوٹا ہے۔ مگر پروفیسر پورٹر اور اُن کی لڑکی کے ساتھ ادب سے پیش آ، ورنہ میں تیری گردن توڑ دوں گا۔" یہ نوجوان نوّاب جان کلیٹَن کے بھائی کا بیٹا ولیم تھا، یعنی ٹارزن کا چچازاد بھائی۔

ٹھنگنا پہلے تو جھجکا مگر جب اُس نے دیکھا کہ اُس کے ساتھی اُس کا منہ تک

رہے ہیں تو پستول نکال کر لگا ولیم کو نشانہ بنانے۔

لڑکی نے چیخ کر ولیم کو خبر دار کیا۔ عین اُسی لمحے جنگل میں سے ایک نیزہ سن سن کرتا ہوا آیا اور ٹھنگنے خبیث کے کندھے میں گھُس گیا۔

پستول چھوٹ گیا مگر گولی ولیم کے نہ لگ سکی۔ ٹھنگنا آدمی چیخ مار کر زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ اُس کے ساتھی خوف زدہ ہو کر جنگل کے اندھیرے کی طرف گھُور گھُور کر دیکھنے لگے جس میں سے نیزہ مارا گیا تھا۔ ولیم نے ٹھنگنے کا پستول اُٹھا کر چُپکے سے اپنی قمیض کے اندر رکھ لیا۔ اور پھر وہ بھی دوسروں کی طرح جنگل کی طرف دیکھنے لگا۔

لڑکی نے کھُسر پھُسر کی۔ "نیزہ کس نے مارا تھا؟"

ولیم بولا۔ "گوریلوں کا ٹارزن ہی ہو گا۔ مگر کوئی بھی ہو، اِس وقت اُس نے ہمارا ساتھ دیا ہے۔"

پھر وہ مُڑ کر پوچھنے لگا۔ "مگر آپ کے والد اور اُن کے سیکرٹری مسٹر فلینڈر

کہاں گئے؟"

واقعی وہ دونوں کہیں نظر نہیں آرہے تھے۔ وجہ یہ تھی کہ پروفیسر پورٹر، عادت سے مجبور ہوکر اتنی نازک حالت میں بھی ایک تتلی پکڑتے ہوئے جنگل کے اندر جا گھُسے تھے۔ اور اُن کا بھلکڑ سیکرٹری بھی اُن کے ساتھ ساتھ چلا گیا تھا۔ ولیم سوچ میں پڑ گیا کہ کیا کرے۔ اگر وہ اُن کی تلاش میں نہ جاتا تو وہ جنگل میں راستہ بھول جاتے اور اگر اُنہیں ڈھونڈنے دوڑتا تو پروفیسر کی لڑکی جین اور اُس کی حبشن نوکرانی کی دیکھ بھال کو کوئی نہ رہتا۔

"آپ پستول چلا سکتی ہیں؟" ولیم نے جین سے پوچھا۔

جین بولی۔ "چلا لیتی ہوں۔"

"تو لیجئے۔" یہ کہہ کر ولیم نے ملّاحوں کی نظر بچا کر پستول اُس کے حوالے کر دیا اور بولا۔ "کیبن کے اندر جا کر دروازہ اندر سے بند کر لیجئے۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

پھر اُس نے ٹھنگنے کے کندھے میں سے نیزہ نکالا اور اُسے لے کر جنگل کی طرف روانہ ہو گیا۔ جہازی ڈر کر جہاز کی طرف بھاگ گئے تھے۔

اِدھر جب دونوں عورتیں کیبن کے اندر داخل ہوئیں تو حبشن اِنسانی پنجر دیکھ کر چیخیں مارنے لگی اور اُس وقت تک چُپ نہ ہوئی جب تک جین نے اُسے ڈانٹ نہیں پلائی۔

ٹارزن درختوں میں چھپا ہوا سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ جب جہازی، جہاز میں بیٹھ کر بھاگ کھڑے ہوئے اور دونوں عورتیں کیبن کے اندر چلی گئیں تو وہ ولیم کے پیچھے روانہ ہو گیا۔ وہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ یہ نوجوان کرتا کیا ہے۔ ولیم زور زور سے چلّا رہا تھا، اِس سے اُسے ڈھونڈ نکالنا آسان تھا۔ ٹارزن نے بہت جلد اُس کا پتا چلا لیا۔

ولیم ایک درخت کے تنے سے کمر ٹِکائے کھڑا تھا۔ وہ تھکا تھکا نظر آ رہا تھا اور کبھی کبھی زور سے چِلاّ بھی اُٹھتا تھا۔ ٹارزن سمجھ گیا کہ وہ اپنے ساتھیوں کو بُلا رہا ہے۔ اچانک اُس کی نظر اُس چیتے پر پڑی جو ولیم پر حملہ کرنے کو تھا۔

ٹارزن زور سے دہاڑا تو چِیتا بھاگ گیا۔ ولیم بھی ڈر کر بھاگا مگر عین اُسی وقت ٹارزن درخت پر سے کود کر نیچے آیا اور ولیم کی طرف دیکھنے لگا۔ ولیم حیران کھڑا تھا۔ ایک لمحے بعد اُس نے کہا۔ ''شکریہ'' مگر جواب میں ٹارزن نے صرف دانت نکال دیے۔ ولیم نے سوچا شاید وہ ٹارزن جس نے کیبن کے دروازے پر پرچہ لکھ کر لگایا تھا یہی ہے۔ مگر پھر سوچا کہ وہ کوئی اور ہی ہو گا۔ یہ تو انگریزی زبان سمجھتا تک نہیں، لکھ کیسے سکے گا۔

ٹارزن نے اُس سے اشارے سے کہا کہ مخالف سمت میں جائے اور خود بھی اُدھر قدم بڑھایا۔ مگر ولیم سمجھ رہا تھا کہ وہ صحیح سمت میں جا رہا ہے اس لیے ہچکچایا۔ ٹارزن نے واپس آ کر اُس کی قمیض کا کف نرمی سے پکڑ کر ایک بار پھر اُسی طرف چلنے کا اشارہ کیا۔ ولیم نے دِل میں سوچا، اس نے میری جان بچائی ہے۔ اس کی بات ماننی چاہیے۔ اور وہ ٹارزن کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ اُس وقت رات ہو چکی تھی۔ جنگل میں وحشی جانوروں کی آوازیں گُونج رہی تھیں۔ اچانک کچھ دُور گولی چلنے کی آواز آئی۔

یہ آواز اُس فائر کی تھی جو جین نے ایک شیرنی پر کیا تھا جو کیبن کی کھڑکی توڑ کر اندر گھُسنے لگی تھی۔ مگر شیرنی مری نہیں تھی کیونکہ گولی اُس کے کندھے میں لگی تھی اور وہ دوبارہ اندر گھُسنے لگی تھی۔ اِس پر جین بے ہوش ہوگئی تھی۔

ٹارزن نے فائر کی آواز سُنتے ہی رفتار تیز کر دی۔ جب یہ دیکھ کر ولیم اس کا ساتھ نہیں دے سکتا تو اُسے پیٹھ پر لاد کر درختوں درختوں چلنے لگا۔ ساحل کے سامنے جنگل میں ایک کھلی جگہ پہنچتے ہی ٹارزن نے کھڑ بڑ کی آواز سُنی۔ شیرنی کیبن کے اندر گھُسنے کی کوشش کر رہی تھی۔ ٹارزن نے زمین پر اُتر کر ولیم کو پیٹھ سے اُتارا اور کیبن کی طرف جھپٹا۔

اُدھر جین نے آنکھیں کھولیں تو دیکھا کہ شیرنی کھڑکی میں سے اندر کودنے کو ہے۔ اُس نے اندھیرے میں پستول ڈھونڈا جو اُس کے ہاتھ سے گِر پڑا تھا مگر وہ کہیں نہ ملا۔ ولیم بھاگم بھاگ ٹارزن کے پیچھے پیچھے چلا آ رہا تھا۔ اس نے دیکھا کہ ٹارزن نے شیرنی کی دُم پکڑ لی ہے اور کیبن کی دیوار

پر پاؤں جما کر اُسے باہر کھینچ رہا ہے۔ اُس کا دماغ یہ سوچ کر چکرا گیا کہ جب شیرنی باہر نکل آئے گی تو کیا ہو گا۔

ٹارزن نے اُس سے اِشاروں میں کہا کہ میری میان سے شکاری چاقو نکال کر شیرنی کے مارو۔ مگر ولیم سمجھ ہی نہ سکا۔ پھر اُس نے وہ نظّارہ دیکھا جو پہلے کسی آدمی نے نہ دیکھا ہو گا۔

جب شیرنی کھڑکی کے باہر آئی تو اس سے پہلے کہ وہ پلٹ کر ٹارزن پر حملہ کرتی، ٹارزن اُچھل کر اس پر جا پڑا اور اس پر وہی داؤ کس لیا جس سے ٹرکوز کی گردن توڑنے لگا تھا۔ شیرنی دہاڑ کر اپنے دُشمن پر پلٹ پڑی مگر ٹارزن نے اُس کے حملے کی پرواہ کیے بغیر جکڑ اور مضبوط کر لی۔

شیرنی نے دُشمن کو اپنے جسم سے ہٹانے کے لیے زمین پر اور ہوا میں پنجے مارے اور اپنے آپ کو دائیں بائیں دے دے پٹخا مگر ٹارزن کی جکڑ ہر لمحہ سخت ہوتی گئی۔ جس سے شیرنی کی گردن اُس کے سینے پر جھکتی گئی۔ یہاں تک کہ ٹارزن کے فولاد جیسے بازوؤں کے دباؤ سے شیرنی کا منکا ٹوٹ گیا۔

ٹارزن اُچھل کر کھڑا ہو گیا اور اُس نے گوریلوں کی فتح کا نعرہ لگایا۔

ولیم نے جین سے دروازہ کھلوایا اور جب جین نے اِس چیخ پُکار کی وجہ پوچھی تو اس نے بتایا کہ یہ ایک آدمی نے نعرہ لگایا تھا۔ اُسی نے شیرنی سے تمہاری جان بچائی ہے۔ وہ آدمی نہیں، جنگل کا دیوتا ہے۔

مگر جب ولیم جین کو ساتھ لے کر مری ہوئی شیرنی کے پاس آیا تو وہاں کوئی نہ تھا۔ ٹارزن جا چکا تھا۔

جین کو گوریلا لے گیا

اِدھر یہ تماشا ہو رہا تھا، اُدھر جنوب کی طرف پروفیسر پورٹر اور مسٹر فلینڈر ساحل پر کھڑے آپس میں بحث کر رہے تھے۔ وہ دونوں باتیں کرتے ہوئے کیبن سے ہر لمحہ دُور ہوتے جا رہے تھے۔ اُنہیں یہ بات معلوم نہیں تھی کہ وہ جس سمت میں جا رہے ہیں وہ غلط ہے۔

اچانک انہیں ایک شیر آتا دکھائی دیا۔ اُنھوں نے اپنی رفتار تیز کر دی۔ ٹارزن ایک درخت میں چھُپا ہوا یہ کھیل دیکھ رہا تھا۔ وہ دونوں لپکے ہوئے

چلے جا رہے تھے۔ شیر بھی اُن پر نظریں گاڑے ہوئے اُن کے پیچھے پیچھے تھا۔

ٹارزن تاڑ گیا کہ شیر بھوکا نہیں ہے۔ اگر بھوکا ہوتا تو اُس نے اب تک ان دونوں کو مار کھایا ہوتا۔ وہ صرف دِل لگی کے لیے انہیں ڈرا کر بھگا رہا ہے۔

جب دونوں آدمی ٹارزن کے قریب آئے تو اُس نے اُن کو اُٹھا کر ایک شاخ پر آمنے سامنے بٹھا دیا اور خود گھنی شاخوں میں چھپ رہا۔

"عجیب بات ہے۔" پروفیسر نے کہا۔ "کیا تم نے مجھے اُوپر کھینچا ہے؟ اگر تم نے نہیں کھینچا تو پھر کِس نے کھینچا؟"

شیر درخت کے تنے کے چکّر کاٹتا رہا۔ جب اُسے چکّر کاٹتے کافی دیر ہو گئی تو ٹارزن نے گردن اکڑا کر گوریلوں کا نعرہ مارا۔ اُدھر شیر وہاں سے بھاگا اِدھر پروفیسر پورٹر اور مسٹر فلینڈر ڈر کر گِرنے لگے۔ وہ شاخوں کو پکڑ کر لٹک گئے ورنہ زمین پر گِر پڑے ہوتے۔ ٹارزن نے نیچے اُتر کر انہیں دوبارہ ایک شاخ پر بٹھا دیا۔ انہوں نے ایک سفید دیو کو اپنے سامنے کھڑا دیکھا، جو

صرف ایک جانگیا اور دھات کے چند زیوروں کے سوا اور کچھ بھی پہنے ہوئے نہیں تھا تو حیران ہو کر اُسے گھورنے لگے۔ ٹارزن نے انہیں اشارہ کیا کہ میرے پیچھے آؤ۔

"مگر یہ راستہ تو غلط ہے۔" فلینڈر نے کہا۔

پروفیسر بولا۔ "یہ آدمی اس علاقے کا باشندہ ہے۔ اس لیے جس راستے لے جارہا ہے وہی ٹھیک ہو گا۔"

شاید فلینڈر بحث شروع کر دیتا مگر ٹارزن نے اس کا موقع نہ دیا۔ اُس نے پلٹ کر دونوں کے گلے میں پھندا ڈال لِیا۔ اور وہاں سے روانہ ہو گیا۔ پروفیسر اور اُس کا سیکرٹری دونوں پھندے میں پھنسے ہوئے کھنچے چلے گئے۔

آخر ایک ٹیلے کی چوٹی پر پہنچنے کے بعد انھوں نے دیکھا کہ یہ عجیب انسان اُنہیں کیبن تک لے آیا ہے۔ ٹارزن نے اُنہیں پھندوں سے آزاد کر دیا۔ پروفیسر اور فلینڈر اس کے ساتھ ساتھ بھاگتے رہنے کی وجہ سے بہت تھک گئے تھے پھر بھی وہ رات گئے تک اپنے ساتھیوں کو سفید دیو کا حال سُناتے

رہے۔ ولیم نے بھی اُنہیں بتایا کہ کس طرح اُس نے شیر کا منکا توڑا اور ایسی بہادری سے اُن کی جانیں بچائیں۔

انہوں نے کیبن کو رہنے کے قابل بنانے کے لیے سب سے پہلے پنجر باہر پھینکے۔ بڑے پنجر کے ایک ہاتھ کی اُنگلی میں ایک سنہری مُہر اور انگوٹھی دیکھ کر ولیم حیرت سے چِلّا اٹھا، کیونکہ اُس پر کِلیٹَن خاندان کا خاص نشان بنا ہوا تھا۔

اُدھر جین کو کتابیں اُلٹ پلٹ کرتے میں ایک کتاب کے شروع کے صفحے پر جان کِلیٹَن کے لفظ لکھے ہوئے مل گئے تھے۔

ان دونوں باتوں سے ثابت ہو گیا کہ یہ پنجر نوّاب جان کِلیٹَن اور اُس کی بیگم کے ہیں جو اس کیبن میں مرے تھے۔ گویا اِن کے سمندر میں ڈوب کر مرنے کی خبر غلط تھی۔ اُنہوں نے پنجروں کو دفن کر دیا۔ ٹارزن یہ سب کارروائی دیکھ رہا تھا۔ اسے بڑی حیرت ہوئی۔ کیا ان سُوکھی ہڈیوں کو کوئی چُرا کر لے جاتا کہ انہوں نے ان کو زمین میں چھپا دیا ہے!

وہ اس کام سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ جہاز بندر گاہ سے روانہ ہوتا دکھائی دیا۔ ٹارزن نے اُسے جاتے ہوئے دیکھا تو درختوں درختوں چھلانگیں مارتا ہوا، پچھم کی طرف خشکی کی اُس نگر کے قریب پہنچ گیا جس کے پاس سے جہاز کو گُزرنا تھا۔ وہ اُسے پاس سے دیکھنا چاہتا تھا۔ جہاز نے کچھ دُور آگے جا کر پھر لنگر ڈال دیا۔ اُس میں سے ایک کشتی لٹکائی گئی۔ اس میں ایک صندوق رکھا گیا جو لوہے کے تاروں میں جکڑا ہوا تھا۔ پھر کشتی کھے کر اُس جگہ لائی گئی جہاں ٹارزن ایک درخت کی شاخوں میں دُبکا بیٹھا تھا اور صندوق اُٹھا کر درخت کی جڑ میں دفن کر دیا گیا۔ اس کے بعد وہ لوگ چلتے بنے۔ جب جہاز نظروں سے اوجھل ہو گیا تو ٹارزن نے گڑھا کھود کر صندوق نکال لیا اور اُسے ایک اور جگہ دفن کر دیا۔

اب وہ پلٹ کر کیبن کی طرف آیا۔ اُس وقت رات ہو چکی تھی۔ کیبن کے اندر ولیم نے ڈھونڈ ڈھانڈ کر لیمپ نکال لیا تھا اور اُسے روشن کر دیا تھا۔ ٹارزن وہاں روشنی دیکھ کر حیران رہ گیا اور قریب کے ایک درخت پر بیٹھ

کر دیکھنے لگا کہ اندر کیا ہو رہا ہے۔

جین کھڑکی کے قریب بیٹھی کچھ لکھ رہی تھی۔ کچھ دیر بعد اُس نے قلم ہاتھ سے رکھ دیا اور لیمپ بجھا کر سو گئی۔ جب ٹارزن نے سُن گُن لینے کے بعد یہ معلوم کر لیا کہ اندر سب سو چکے ہیں تو کھڑکی میں سے ہاتھ بڑھا کر وہ کاغذ اُٹھا لیا اور جنگل میں گھُس گیا۔ اگلی صُبح کو روشنی پھیلتے ہی ٹارزن نے جین کا خط پڑھا۔ اُس میں لکھا تھا کہ کس طرح اُس کے ساتھیوں نے خزانے کا پتا چلا لیا اور اُسے لے کر گھر آ رہے تھے کہ جہازیوں نے بغاوت کر کے افسروں کو مار ڈالا اور اُن کو افریقہ کے ساحل پر چھوڑ کر چلے گئے، جہاں ایک عجیب انسان ان کا دوست بن گیا ہے۔ ٹارزن بڑی دیر تک سوچ میں ڈوبا بیٹھا رہا۔ پھر اُس نے پنسل سے اِس خط کے نیچے لکھا۔۔ ”میں گوریلوں کا ٹارزن ہوں۔“

دو دِن بعد جین کو اپنا کھویا ہوا خط اُسی جگہ رکھا ہوا مل گیا جہاں سے غائب ہوا تھا۔ مگر اب اُس پر ٹارزن کا پیغام بھی لکھا ہوا تھا۔ اُس نے دروازہ کھولا

تو اُس کے آگے تازہ شکار کیا ہوا ایک ہرن رکھا مِلا۔ اس کے بعد روز صُبح کو کھانے کی کوئی کوئی چیز وہاں رکھی ہوئی ملتی رہی۔

ان لوگوں کو یہاں آئے ہوئے ایک مہینہ ہو گیا تھا۔ ٹارزن ان سے ملنا چاہتا تھا مگر وہ اُن کی زبان نہ بول سکتا تھا۔ اس لیے اُن تک پہنچنے کی ہمّت نہ کر سکا۔

پھر ایک دِن ایسا ہوا کہ وہ درختوں میں چُپ چاپ بیٹھا تھا کہ اچانک اُس کے کانوں میں کسی بھاری بھر کم گوریلے کے گُزرنے کی آواز پڑی۔ اس کے بعد ایک عورت کی چیخ سُنائی دی ٹارزن اس آواز کی طرف اتنی تیزی سے روانہ ہوا جتنی تیزی سے جنگل کی آگ پھیلتی ہے۔

یہ چیخ جین نے ماری تھی، جسے ایک گوریلا اُٹھا کر لے بھاگا تھا۔ یہ گوریلا ٹرکوز تھا جو گوریلوں سے ڈر کر اِدھر بھاگ آیا تھا۔ وہ اُس کے ظلم اور زیادتیوں سے تنگ آکر اسے جان سے مار ڈالنے پر تُل گئے تھے۔

جب ٹارزن اُس جگہ پہنچا جہاں سے چیخ کی آواز آئی تھی تو وہاں صرف

حبشن کو بے ہوش پڑا پایا۔ وہ فوراً درختوں درختوں اُس طرف روانہ ہو گیا جدھر گوریلا، جین کو اُٹھا کر لے گیا تھا۔ تین میل آگے اُس نے گوریلے کو جا لیا۔ ٹرکوز نے جب یہ دیکھا کہ جس عورت کو اُٹھا کر لایا ہے، یہ اُس کی مادّہ ہے۔ وہ بہت خوش ہوا کہ اب ٹارزن سے بدلہ لے گا۔

جین نے ٹارزن کو دیکھ کر پہچان لیا کہ یہی وہ عجیب و غریب انسان ہے جو اب تک ان لوگوں کی جانیں بچاتا رہا ہے۔ مگر جب اس نے دیکھا کہ گوریلا ڈیل ڈول میں اُس سے بہت بڑا ہے تو اُس کا دِل بیٹھنے لگا۔

مگر ٹارزن کے تیز چاقو نے گوریلے کا کام تمام کر دیا۔ گوریلے کو مارنے کے بعد اُس نے جین کا بازو پکڑا۔ وہ اُسے کیبن میں پہنچانا چاہتا تھا، مگر جین نے ڈر کر اُس کے سینے پر گھونسے مارنے شروع کر دیے اور لڑنے مرنے کو تیّار ہو گئی۔ ٹارزن نے زبردستی اُسے اُٹھایا اور کیبن کی طرف چلا۔

اگلی صُبح کو کیبن والے ایک توپ کی گرج سے جاگے۔ ولیم جلدی سے باہر نکلا تو دو جہاز بندرگاہ میں کھڑے دیکھے۔ ایک تو وہی تھا جو وہاں سے گیا تھا

اور دوسرا ایک چھوٹا سا فرانسیسی جہاز تھا۔ اس میں بہت سے آدمی کھڑے ساحل کی طرف دیکھ رہے تھے۔

ولیم سمجھ گیا کہ توپ اسی جہاز سے چلائی گئی ہے۔ اُس نے اِشارے کیے تو جہاز سے کچھ آدمی ایک کشتی میں بیٹھ کر ساحل کی طرف آئے۔ اُس میں سے ایک فرانسیسی افسر کنارے پر اُترا۔ اُس نے ولیم سے کہا۔ ”شاید آپ ہی ولیم کِلیٹَن ہیں۔“

ولیم جواب میں بولا۔ ”خدا کا شکر ہے کہ آپ آ گئے۔ ابھی پانی سر سے اُونچا

نہیں ہوا ہے۔"

"کیا مطلب؟" افسر نے پُوچھا۔

ولیم نے بتایا کہ کوئی جین کو اُٹھا لے گیا ہے۔ اُسے تلاش کرنے کے لیے ہتھیار بند آدمیوں کی ضرورت ہے۔

کچھ دیر بعد فرانسیسی جہاز کے سب آدمی ساحِل پر اُتر آئے۔ جہاز کے کمانڈر نے بیس سپاہی اور دو افسر جین کو تلاش کرنے کے لیے چُنے۔

ولیم کے پوچھنے پر کمانڈر نے بتایا کہ ہمارا جہاز جُنوبی افریقہ جا رہا تھا کہ ایک دِن بیچوں بیچ سمندر میں ہمیں ایک جہاز لہروں پر ڈولتا نظر آیا۔

اُس پر کوئی آدمی نظر نہ آتا تھا۔ ہم جلدی سے اُس کے قریب پہنچے اور جب اُس پر آدمی چڑھائے گئے تو انھوں نے دیکھا کہ ایک درجن آدمی تو مر چکے ہیں اور باقی مرنے کو ہیں۔ علاج کر کے اُنہیں اچھا کیا گیا تو پتا چلا کہ وہ راستے سے بھٹک گئے تھے۔ کھانے پینے کا سامان ختم ہو گیا تو بہت سے

آدمی بھوکے مر گئے اور جو بچے وہ اَدھ موئے ہو گئے۔ اُنہی لوگوں کی زبانی آپ کا حال معلوم ہوا اور ہم یہاں آئے۔ جب سپاہی تیّار ہو گئے تو اُنہوں نے پروفیسر پورٹر اور ولیم کو ساتھ لیا اور جنگل میں داخل ہو گئے۔

لاکٹ کا راز

جین نے مڑ تُڑ کر، ہاتھ پاؤں مار کر، خود کو چھڑانے کی بہت کوشش کی مگر کچھ بھی نہ کر سکی۔ وہ جن مضبوط بازوؤں میں تھی وہ اُسے اس طرح پکڑے رہے جیسے وہ ایک دِن کی بچّی ہے۔ جین نے عاجز آ کر ہاتھ پاؤں ڈھیلے چھوڑ دیے اور اَدھ کھُلی آنکھوں سے اُس آدمی کے چہرے کو دیکھنے لگی جو جنگل کے تمام جانوروں سے زیادہ طاقتور تھا۔

ٹارزن اُسے بازوؤں میں لیے ہوئے درختوں کے اندھیرے گھُن میں سے

گُزرتا چلا جا رہا تھا۔ تیسرے پہر کے وقت وہ اُس اکھاڑے میں پہنچ گیا جہاں گوریلے شکار کھانے کی رسم ادا کیا کرتے تھے۔ وہاں ہری ہری دوب کا فرش تھا اور ہر طرف خاموشی اور سکون تھا۔ ٹارزن نے جین کو دُوب کے نرم فرش پر لِٹا دیا اور خود درختوں پر چڑھ کر غائب ہو گیا۔

جین حیران ہو کر سوچنے لگی کہ وہ کہاں چلا گیا ہے کہ اچانک اُس کے پیٹھ پیچھے سے ایک ہلکی سی آواز آئی۔ وہ چیخ مار کر اُٹھ کھڑی ہوئی اور اس خیال سے مُڑی کہ بس اب خاتمہ ہے مگر وہاں تو ٹارزن دونوں ہاتھوں میں پکے رسیلے پھل لیے کھڑا تھا۔

ٹارزن نے پھل جین کے قدموں پر رکھ دیے اور چاقو سے پھل کاٹ کاٹ کر اُسے کِھلانے لگا۔

جین بولی۔ "کاش تم انگریزی بول سکتے!" ٹارزن نے اس طرح سر ہلایا جیسے انگریزی نہ بول سکنے کا اسے افسوس ہے۔ اس پر جین نے اُس سے پہلے فرانسیسی میں، پھر جرمن زبان میں بات کرنی چاہی مگر ٹارزن دونوں

زبانیں نہ سمجھا۔

ٹارزن ایک بار پھر اُٹھا اور درختوں میں جانے لگا مگر اشاروں سے جین کو سمجھا دیا کہ جلد لوٹ آئے گا۔ جین اُس کی بات کا مطلب سمجھ گئی اور وہ جس جگہ درختوں کے اندر غائب ہوا تھا اُس پر ٹکٹکی لگائے بیٹھی رہی۔ پہلے کی طرح اب کے بھی اس کے پیٹھ پیچھے ایک ہلکا سا کھٹکا ہوا اور جب اُس نے مڑ کر دیکھا تو ٹارزن آتا دکھائی دیا۔ اس کے بازوؤں میں بہت سی لمبی لمبی شاخیں تھیں۔

یہ شاخیں جین کے آگے ڈال کر وہ ایک بار پھر جنگل میں گھُس گیا۔ اب کے نرم نرم گھاس لیے ہوئے نمودار ہوا۔ پھر اس نے ایک ہموار جگہ پر گھاس کا بستر بنایا، اس کے اوپر شاخیں محرابی شکل میں کھڑی کیں۔ اُن پر بڑے بڑے پتّوں کی چھت ڈالی اور چھوٹی سی جھونپڑی کو ایک طرف سے بند کر دیا۔

اس کے بعد وہ دونوں پاس بیٹھ کر اشاروں سے باتیں کرنے لگے۔ جین نے

ٹارزن کے لاکٹ کی طرف اشارہ کیا جو اُس کے گلے میں پڑا تھا۔ ٹارزن نے اُتار کر اُس کے حوالے کر دیا۔ جین نے دیکھا کہ لاکٹ کھلنے بند ہونے والا ہے تو کھٹکے کو دبا کر اُسے کھول لیا۔ اُس کے ڈھکنوں کے پچھلے حصّے ہاتھی دانت کے تھے اور ہر ایک پر ایک مُنّی سی تصویر بنی ہوئی تھی۔ ایک تصویر ایک عورت کی تھی۔ دوسری میں ایک مرد اُس کے پاس بیٹھا تھا۔

ٹارزن بھی جھک کر یہ تصویریں دیکھ رہا تھا۔ پھر اُس نے ہاتھ بڑھا کر لاکٹ جین سے لے لیا۔ اور اسے اور حیرت اور دلچسپی سے دیکھتا رہا۔ اس کے انداز سے صاف ظاہر تھا کہ اُس نے یہ تصویریں پہلے کبھی نہیں دیکھی ہیں اور نہ اُسے یہ خبر تھی کہ یہ لاکٹ کھُل بھی سکتا ہے۔ جین نے حیران ہو کر سوچا کہ یہ لاکٹ اس وحشی انسان کے ہاتھ کیسے لگا۔ اس سے بھی زیادہ حیرانی کی بات یہ تھی کہ تصویر جس مرد کی تھی وہ اس جنگلی کا بھائی یا باپ معلوم ہوتا تھا۔

ٹارزن دونوں تصویروں کو نظر جما کر دیکھتا رہا۔ پھر اُس نے ترکش کے تِیر

نکال کر زمین پر رکھ دیے اور ترکش کے اندر اُنگلیاں ڈال کر اُس کے اندر سے ایک سپاٹ سی چیز نکالی جس پر کئی پتّے لپیٹ کر اُنہیں گھاس کے تِنکوں سے باندھ دیا گیا تھا۔

اس نے بڑی احتیاط سے اُس کی تہیں ہٹا کر ایک فوٹو نکالا اور جین کے ہاتھ میں تھما کر اشارے سے کہا کہ اِسے لاکٹ کی تصویر سے ملاؤ۔ جین اس فوٹو کو دیکھ کر اور بھی چکرائی کیونکہ یہ بھی لاکٹ کی تصویر والے مرد ہی کا فوٹو تھا۔

جس وقت جین نے نظر اُٹھا کر ٹارزن کی طرف دیکھا، اُس کی آنکھیں جن میں حیرانی تھی، جین کے چہرے پر تھیں اور ہونٹ اس طرح کھلے ہوئے تھے جیسے ان پر کوئی سوال آیا چاہتا ہے۔

جین نے پہلے فوٹو کی طرف، پھر لاکٹ کی تصویر کی طرف اور اُس کے بعد ٹارزن کی طرف اشارہ کیا، جیسے کہہ رہی ہو کہ یہ اُس کی شکل سے ملتی ہیں۔ مگر ٹارزن نے سر ہِلا کر انکار کیا۔ اس کے بعد کندھے جھٹک کر فوٹو اُس کے

ہاتھ سے لے لیا اور بڑی احتیاط سے دوبارہ پتّوں میں لپیٹ کر ترکش کے اندر رکھ لیا۔

چند منٹ تک وہ خاموش بیٹھا رہا۔ اُس کی آنکھیں زمین کی طرف تھیں اور وہ کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ جین لاکٹ کو اُلٹ پلٹ کر دیکھ رہی تھی۔ اُس کا مقصد کوئی اور ایسی بات معلوم کرنا تھا جس سے پتا چل سکے کہ یہ کس کا ہے۔

آخر وہ اس نتیجے پر پہنچی کہ یہ لاکٹ نوّاب جان کلیٹَن کا ہے اور مرد کی تصویر اُسی کی ہے۔ عورت اس کی بیوی ہے۔ وحشی اِنسان کا تعلّق اس سے صرف اِتنا ہے کہ یہ اِسے ساحِل کے پاس والے کیبن میں پڑا مل گیا ہے۔ مگر اس نے یہ نہ سوچا کہ جان اور یہ جنگلی آپس میں اس قدر کیوں ملتے جلتے ہیں۔

آخر ٹارزن نے نظر اُٹھا کر جین کی طرف دیکھا۔ اُس وقت جین لاکٹ کی تصویروں کو غور سے دیکھ رہی تھی۔ ٹارزن لاکٹ کے چہروں کے راز تک

تو نہ پہنچ سکا مگر یہ بات اُس کی سمجھ میں آگئی کہ یہ لڑکی اِن میں دلچسپی لے رہی ہے۔

جین نے لاکٹ ٹارزن کو دے دیا اور ٹارزن نے لے کر اُسے جین کے گلے میں ڈال دیا۔ جین مُسکرانے لگی۔

اب اندھیرا ہونے لگا تھا۔ دونوں نے ایک دفعہ پھر پھل کھائے، پھر ٹارزن اُٹھا، جین کا ہاتھ پکڑ کر اس جھونپڑی تک لایا جو اُس نے بنائی تھی اور اشارے سے کہا کہ اندر چلی جاؤ۔

جین اس کا مطلب سمجھ گئی اور اندر جا کر نرم نرم گھاس کے بستر پر لیٹ گئی۔ ٹارزن باہر دروازے پر لیٹ رہا۔ اگلی صُبح جین جاگی تو پہلے پہلے اُسے کل کے واقعات یاد نہ آئے وہ گھاس کے بستر اور جھونپڑی کے تنگ دروازے کو حیرت سے دیکھنے لگی۔ پھر رفتہ رفتہ سب باتیں ایک ایک کر کے اُس کے ذہن میں تازہ ہوئیں۔ اُس کا جی چاہا کہ فوراً ٹارزن کے پاس پہنچ کر اُس کا شکریہ ادا کرے مگر جب وہ باہر نکلی تو ٹارزن وہاں موجود نہیں

تھا۔

وہ اِدھر اُدھر دیکھ رہی تھی کہ ٹارزن قریب کے ایک درخت سے کُودا اور ہنستا ہوا جین کے قریب آیا۔ وہ اس وقت بھی پھل اکٹھے کر کے لایا تھا۔ اُس نے انہیں جھونپڑی کے دروازے پر ڈھیر کر دیا۔ ایک بار پھر ان دونوں نے ساتھ بیٹھ کر پھل کھائے۔ جب وہ دونوں ناشتہ کر چکے تو ٹارزن نے جین کو پیچھے آنے کا اشارہ کیا اور اُن درختوں کی طرف بڑھنا شروع کیا جو اکھاڑے کے پرلے سِرے پر تھے۔ پھر اُس نے جین کو ایک بازو پر اُٹھا کر چھلانگ لگائی اور درختوں پر چڑھ گیا۔ جین سمجھ گئی کہ وہ اُسے کیبن واپس پہنچا رہا ہے۔

ٹارزن تیز نہیں چلا۔ یہی وجہ تھی کہ گھنٹوں گُزر چکے تھے مگر ابھی تک ساحل پر نہ پہنچے تھے۔ دوپہر کے قریب وہ ایک ندّی پر پانی پینے کے لیے رُکے، پھر وہاں سے روانہ ہو گئے اور شام کو سورج چھپے کیبن کے پاس پہنچ گئے۔

ٹارزن نے جین سے اشارے سے کہا کہ وہ جا سکتی ہے مگر جین نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اشارے سے کہا، وہ بھی چلے۔ وہ اپنے باپ کو دکھانا چاہتی تھی کہ اس آدمی نے اس کو گوریلے سے چھڑایا ہے۔ مگر ٹارزن پیچھے ہٹ گیا اور سر ہلا کر انکار کیا۔

اچانک دُور سے بندوقیں چھوٹنے کی ہلکی سی آوازیں آئیں۔ فلینڈر اور حبشن کیبن سے باہر نکلے۔ ٹارزن اور جین جس جگہ کھڑے تھے وہاں سے انہیں جہاز نظر نہیں آ رہے تھے۔ ٹارزن نے اُدھر اشارہ کیا جدھر سے آوازیں آئی تھیں۔ پھر اپنے سینے کو چھُوا۔ جین اُس کا مطلب سمجھ گئی۔ وہ جا رہا تھا۔ جین کا دِل کہہ رہا تھا کہ اُس کے باپ کی جان خطرے میں ہے۔

ٹارزن چلا گیا تو جین کیبن کی طرف جانے لگی۔ فلینڈر کی نظر بہت کمزور تھی۔ وہ پتّوں کی کھڑ بڑ سُن کر حبشن سے چلّا کر بولا۔ ”جلدی کرو کیبن کے اندر گھُس جاؤ۔ شیرنی آ رہی ہے۔ یا اللہ خیر کیجو۔“

حبشن نے اپنی آنکھوں کا استعمال کرنا ضروری نہ سمجھا، فوراً کیبن کے اندر

بھاگ گئی اور دروازہ اندر سے اس طرح بند کر لیا کہ فلینڈر باہر ہی رہ گیا۔

وہ کواڑ پیٹ پیٹ کر چلّانے لگا۔

"مجھے اندر آنے دو۔ دیکھو شیر مجھے بھنبھوڑے ڈال رہا ہے۔" حبشن یہ سمجھی کہ شیرنی دروازہ کھڑکھڑا رہی ہے۔ وہ ڈر کے مارے بیہوش ہو گئی۔ فلینڈر نے جب دیکھا کہ کواڑ نہیں کھل رہے تو اس کی ڈر کے مارے جان نکلنے لگی۔ اُس وقت تک جین کیبن تک پہنچ چکی تھی اور فلینڈر کی حرکتیں دیکھ رہی تھی۔ وہ زور سے ہنسی تو فلینڈر نے غور سے دیکھا۔

"جین۔" وہ چلّا اُٹھا۔ "ارے، تم آ گئیں؟"

وہ بڑی تیزی سے اُس کی طرف دوڑا۔ اصل میں اس کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ جین ہی ہے۔

"خدا کی پناہ۔" جین نے ہنس کر کہا۔ "آپ تو اچھے بھلے انسان کو شیر سمجھ بیٹھے۔"

"خیر خیر۔" فلینڈر نے کہا۔ "اللہ نے بڑی خیر کی۔ تم کو زندہ سلامت دیکھ کر حیرت ہو رہی ہے۔ اصل میں اس وقت میرے اوسان بجا نہیں ہیں اور مجھے یہ بھی خبر نہیں کہ میری زبان سے کیا نکل رہا ہے۔ اچھا چلو، اندر چل کر بتاؤ کہ تم پر کیا گُزری۔"

حبشیوں کا حملہ

فرانسیسی سمندری فوج کے سپاہی جین کی تلاش میں گھنے جنگل سے جُوں تُوں گُزرتے چلے جارہے تھے مگر ان کو یقین ہو گیا تھا کہ یہ مہم کامیاب نہ ہو گی۔ لیفٹینٹ ڈارنوٹ صرف اس لیے واپس نہیں ہو رہا تھا کہ اُسے بوڑھے پروفیسر اور اُس کے نوجوان ساتھی کی حالت پر ترس آرہا تھا۔ ورنہ اُسے یقین تھا کہ کوئی درندہ جین کو پھاڑ کر کھا چکا ہے۔

ایک جگہ ڈارنوٹ اپنے سپاہیوں سے سو گز آگے آگے چلا جارہا تھا کہ

اچانک چھ حبشی جنگل سے نکل کر اُس پر آ پڑے اور اس سے پہلے کہ وہ پستول نکالے، اُس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر جنگل کے اندر لے گئے۔ مگر ڈارنوٹ نے چیخ مار کر اوروں کو خبر دار کر دیا تھا۔

اس کی آواز سُن کر چھ سپاہی اس کی مدد کے لیے لپکے مگر جب اُس جگہ پہنچے جہاں سے اس کی چیخ کی آواز آئی تھی تو ان میں سے ایک نیزہ کھا کر گر پڑا جو جنگل کے اندر سے پھینکا گیا تھا۔ اُوپر سے تِیر برسنے لگے۔ اُنہوں نے فوراً فائر کرنے شروع کر دیے۔ پھر اور سپاہی بھی وہاں پہنچ گئے۔ اُنہوں نے بھی گولیاں چلائیں۔ یہ انہیں کی آوازیں تھیں جو ٹارزن اور جین کے کانوں میں پڑی تھیں۔

کافی دیر تک فرانسیسیوں اور حبشیوں میں لڑائی ہوتی رہی۔ بڑا خون بہا۔ مگر حبشی جلدی بھاگ کر جنگل کے اندر گھُس گئے۔ بیس فرانسیسی سپاہیوں میں سے چار مر گئے، باقی زخمی ہو گئے۔ ایک سپاہی گُم تھا۔ رات ہونے کو تھی۔ پھر وہ راستہ بھی بھول گئے تھے اس لیے رات بھر کے لیے وہیں پڑاؤ

ڈال دیا۔ جن حبشیوں نے ڈارنوٹ کو پکڑا تھا وہ اُسے لے کر اپنے گاؤں پہنچ گئے۔ عورتوں اور بچّوں کی ایک زبردست بھیڑ شکار کو دیکھنے کے لیے جمع ہو گئی۔

گاؤں کے سب آدمی اُس پر دانت کچکچا کر پل پڑے اور اُسے لکڑیاں اور پتھّر مارنے لگے۔ اس کے بعد اس کو گاؤں کے عین بیچ لے جا کر ایک بڑے سارے ستون سے باندھ دیا گیا۔

کچھ عورتیں پتیلیوں میں پانی بھر کر لے آئیں اور کچھ چولھے بنانے لگیں، جن پر قیدی کا گوشت پکنا تھا۔

اب اُن حبشیوں کا انتظار تھا جو سفید انسانوں سے لڑتے رہ گئے تھے۔ وہ کافی رات گئے پہنچے۔ ان کے آتے ہی موت کا ناچ شروع ہو گیا اور کالے آدم خور، قیدی کے گِرد ناچتے کُودتے ہوئے چکّر کاٹنے لگے۔

فرانسیسی قیدی کی آنکھیں تکلیف کی وجہ سے بند ہوئی جا رہی تھیں۔ پھر بھی اُسے سب کچھ نظر آ رہا تھا اور وہ سوچ رہا تھا کہ شاید وہ کوئی بھیانک

خواب دیکھ رہا ہے۔ وحشیانہ چہرے جن پر رنگ ملا ہوا تھا، بڑے بڑے دہانے، موٹے موٹے ہونٹ، پیلے پیلے لمبے لمبے نکیلے دانت، مٹکتی ہوئی شیطانوں جیسی آنکھیں، چمکتے ہوئے ننگے بدن، خوف ناک نیزے، ان سب کو دیکھ کر وہ سوچ رہا تھا کہ ایسی مخلوق دُنیا میں کہیں نہیں ہے۔ وہ یقیناً خواب ہی دیکھ رہا ہے۔

وحشی انسان چکّر کاٹتے کاٹتے اُس کے اور قریب ہو گئے۔ ایک نے اُس کے بازو پر نیزے سے چھید کر دیا۔ پھر اس کے ایک اور نیزہ لگا اور اس کے بعد

تو ان کا تار بندھ گیا۔ ڈار نوٹ نے تکلیف کے مارے دانت بھینچ لیے اور آنکھیں بند کر لیں۔

ٹارزن، جین سے رُخصت ہو کر بھاگم بھاگ مبونگا کے گاؤں کی طرف آ رہا تھا۔ وہ تاڑ گیا تھا کہ حبشی آدم خور اُس کے ہم نسل سفید انسان کو پکڑ کر لے گئے ہیں تاکہ اس کا گوشت کاٹ کاٹ کر کھائیں۔ اُس نے سفید انسان کی جان بچانے کا تہیّہ کر لیا تھا۔

چند منٹ کے اندر اندر وہ اُن درختوں میں دُبکا بیٹھا تھا جو مبونگا کے گاؤں پر چھائے ہوئے تھے۔ وہ ستون جس سے سفید انسان بندھا ہوا تھا، اُس سے چالیس فُٹ نیچے تھا۔ ٹارزن نے رسّی کا پھندا بنایا اور گوریلوں جیسا نعرہ لگایا۔ وحشی انسان ناچتے ناچتے اِس طرح رُک گئے جیسے پتھّر کے ہو گئے ہیں۔

ٹارزن کا پھندا حبشیوں کے سروں پر اُترنے لگا۔ قیدی نے آنکھیں کھولیں۔ اُس کے عین سامنے ایک لمبا چوڑا حبشی کھڑا تھا۔ اچانک وہ حبشی

اس طرح مُنہ کے بل گِرا جیسے کسی اَن دیکھے ہاتھ نے دھکّا دیا ہے۔ پھر اُس کا جسم بَل کھاتا ہوا اُوپر کی طرف گھسیٹا جانے لگا۔ حبشی سنّاٹے میں آئے ہوئے کھڑے دیکھتے رہے۔ خوف سے اُن کی آنکھیں اُبلی پڑتی تھیں۔ حبشی سیدھا اُوپر کی طرف اُٹھتا گیا اور پھر درختوں کے اندر غائب ہو گیا۔ حبشی، دہشت سے چیخیں مارتے ہوئے گاؤں کے دروازے کی طرف بھاگے۔ قیدی اکیلا رہ گیا۔ ٹارزن نے درختوں پر سے اُتر کر اس کی رسّیاں کاٹ دیں اور جب وہ کمزوری کی وجہ سے گِرنے لگا تو اُسے اپنے بازوؤں میں بھر کر درختوں پر چڑھ گیا۔ قیدی خوف کے مارے بے ہوش ہو گیا تھا۔

اُدھر فرانسیسی سپاہی صُبح ہوتے ہی ساحل کی طرف چل دیے اور جہاز پر جا کر کمانڈر کو ڈارنوٹ کے گُم ہونے کی اطلاع دی۔ اس کے بچائے جاسکنے کا کوئی امکان نہیں تھا، مگر کمانڈر چاہتا تھا کہ وہ اپنے سپاہی کے خون کا بدلہ لے۔

ولیم، جین کو زندہ پا کر بہت خوش ہوا۔ کہنے لگا۔ "تمہاری نوکرانی کہہ رہی

تھی کہ تم کو ایک گوریلا اُٹھا کر لے گیا ہے۔ ہم لوگ تو بہت ڈر گئے تھے۔"

جین بولی۔ "مجھے گوریلا ہی اُٹھالے گیا تھا۔"

"اچھا! تو پھر تُم بچ کر کیسے آ گئیں؟"

"ویسے ہی جیسے تم شیر سے بچ گئے تھے۔"

"تمہیں کس نے بچایا؟"

"مجھے جنگل کے دیوتا نے بچایا۔"

"مگر کِس طرح؟"

"اس نے گوریلے کو مار ڈالا۔"

پھر جین نے ولیم سے پوچھا کہ تم جس مہم کے ساتھ گئے تھے اس کا کیا بنا؟ ولیم نے اس کو مہم کا حال سنایا اور یہ بھی بتایا کہ وحشی ڈارنوٹ کو پکڑ کر لے گئے ہیں۔

جین بولی۔ ”بڑا افسوس ہے۔ وہ بے چارہ مجھے ڈھونڈنے نکلا تھا۔ اس لیے اور بھی میرا دل اس کے لیے کڑھ رہا ہے۔ کاش جنگل کا دیوتا اُسے بھی بچا لے۔“

ولیم کو ٹارزن سے حسد محسوس ہونے لگا۔ وہ جل کر بولا۔ ”بڑا لطف رہے اگر یہ دیوتا صاحب اُن آدم خوروں کے سردار نکلیں جو ہمارے سپاہی کو پکڑ کر لے گئے ہیں۔“

جین نے غصّے ہو کر کہا۔ ”تم کو اس کے بارے میں ایسی بات نہیں کہنی چاہیے۔ اس نے تمہاری جان بچائی ہے۔“

ولیم کو اپنے دل میں شرم تو آئی مگر حسد بُری بلا ہے۔ کہنے لگا۔ ”ہمیں اس کے بارے میں معلوم تو کچھ ہے نہیں۔ جنگلیوں میں رہتا سہتا ہے۔ تم نے اسے ایک گوریلے کو ہلاک کرتے دیکھا ہے وہ اسی طرح ڈارنوٹ کو بھی ہلاک کر سکتا ہے اور اگر ہلاک کر سکتا ہے تو اُس کا گوشت کھا بھی سکتا ہے۔“

جین کو ولیم کی یہ بات بُری تو لگی مگر اُس نے سوچا کہ اس کی بات ہے تو ٹھیک۔ واقعی ہمیں اس کے بارے میں کچھ معلوم تو ہے نہیں۔ مگر پھر اُسے وہ رات یاد آئی جو اس نے جنگل میں اس کے ساتھ گُزاری تھی۔

وہ بپھر کر بولی۔ ”نہیں، نہیں۔“ اور بھاگ کر اپنے کیبن میں چلی گئی۔

اگلے دِن صُبح ولیم اُن دو سو سپاہیوں کے ساتھ گیا جو اپنے ساتھیوں کو تلاش کرنے کے لیے روانہ کیے گئے تھے۔ انھوں نے مبونگا کے گاؤں کا پتا چلا کر اُس پر تین طرف سے حملہ کیا اور اُس کے باشندوں کا بِڑن بولنے کے بعد گاؤں کو تباہ کر ڈالا مگر ڈارنوٹ کا کچھ پتا نہ چلا۔ اگلے دِن یہ لوگ واپس آ گئے۔

تم کون ہو؟

جب زخمی ڈارنوٹ کو ہوش آیا تو اس نے خود کو نرم گھاس پر لیٹا پایا۔ یہ وہی جھونپڑی تھی جو ٹارزن نے جین کے لیے بنائی تھی۔

وہ بہت کمزور تھا۔ پیاس کے مارے بھی بُرا حال ہو رہا تھا۔ جب اُسے پوری طرح ہوش آیا تو اس کو اپنے زخموں میں مرچیں سی لگتی معلوم ہوئیں۔ اس کے جسم کا ایک ایک پٹھّا اور ایک ایک ہڈّی دُکھ رہی تھی۔ چوٹیں اِس کثرت سے آئی تھیں کہ اسے اپنا سر گھمانا بھی دُوبھر تھا۔ اس لیے وہ دیر

تک آنکھیں بند کیے بے حرکت پڑا رہا۔

وہ سوچ رہا تھا کہ خبر نہیں آگے کیا ہو۔ اُسے اپنے آس پاس آدم نظر آتا تھا نہ آدم زاد۔ پھر وہ سو گیا۔ تیسرے پہر کے وقت جاگا تو جھونپڑی کے دروازے پر ایک سفید شخص کو اُکڑوں بیٹھے دیکھا۔ اُس نے خُدا کا شکر ادا کیا اور اُسے آواز دی۔ سفید شخص نے مُڑ کر دیکھا، پھر اُٹھ کر اُس کے پاس آیا۔ ڈارنوٹ نے دیکھا کہ اس کا چہرہ بہت خوب صورت ہے، اتنا خوبصورت کہ اس نے ایسا چہرہ پہلے کبھی نہیں دیکھا۔

سفید شخص نے ڈارنوٹ کے ماتھے پر ہاتھ رکھ کر دیکھا کہ بُخار اُتر گیا یا ابھی ہے۔ ڈارنوٹ نے اُس سے فرانسیسی زبان میں بات کی۔ مگر اُس نے سر ہلا کر بتایا کہ وہ یہ زبان نہیں سمجھتا۔ اس نے انگریزی بولی۔ اب کے بھی سفید شخص نے سر ہلا کر انکار کر دیا۔ پھر اُس نے ڈارنوٹ کے زخموں کو دیکھا بھالا، اس کے بعد غائب ہو گیا۔ ایک گھنٹے بعد واپس آیا تو کچھ پھل اور ایک تونبی میں پانی بھر کر لایا۔ ڈارنوٹ نے یہ پھل کھائے تو اس کا بُخار فوراً

اُتر گیا۔ پھر سفید شخص نے پنسل سے درخت کی چھال پر لکھا۔ ”میں گوریلوں کا بادشاہ ٹارزن ہوں۔ تم کون ہو؟ کیا تم اس زبان کی لکھائی پڑھ سکتے ہو؟“

سپاہی نے سوچا، یہ عجیب انسان انگریزی لکھ سکتا ہے، اس لیے ظاہر ہے کہ یہ انگریز ہے۔ اس نے جواب میں لکھا کہ میں انگریزی لکھ پڑھ سکتا ہوں اس لیے ہمیں آپس میں باتیں کرنی چاہئیں۔ مگر ٹارزن نے یہ فقرے پڑھ کر اس طرح سر ہلایا جیسے کہہ رہا ہو، افسوس میں انگریزی بول نہیں سکتا۔ پھر اُس نے پنسل اور چھال کی طرف اشارہ کیا جس کا مطلب یہ تھا کہ میں صرف لکھ سکتا ہوں۔

سپاہی نے حیرت سے کہا۔ ”اگر تم انگریز ہو تو انگریزی بول کیوں نہیں سکتے؟“

پھر اُسے خیال آیا کہ شاید یہ شخص گونگا ہے یا گونگا بھی اور بہرا بھی۔ اس نے چھال پر انگریزی زبان میں لکھا۔

میرا نام ڈارنوٹ ہے، میں فرانس کی سمندری فوج کا افسر ہوں۔ تم نے مجھ پر جو احسان کیا ہے۔ اسے میں عمر بھر نہیں بھولوں گا۔ مجھے ایک بات پر بڑی حیرانی ہے۔ مہربانی کر کے یہ بھید کھولو۔ جو انسان انگریزی لکھ سکتا ہے وہ انگریزی بول کیوں نہیں سکتا؟"

ٹارزن نے اس کے جواب میں لکھا۔ "میں صرف اپنے قبیلے کی زبان بول سکتا ہوں۔ یہ کرچاک کے گوریلوں کا قبیلہ ہے۔ گوریلوں کی زبان کے علاوہ میں جنگلی جانوروں کی زبانیں بھی تھوڑی بہت بول لیتا ہوں۔ میں نے ایک اِنسان کے سوا کبھی کسی انسان سے بات نہیں کی۔ اس کا نام ہے جین اور اُس سے بھی صرف اشاروں سے بات کی ہے۔ یہ پہلا موقع ہے جب میں نے کسی انسان سے لکھ کر بات کی ہے۔"

ڈارنوٹ اچنبھے میں پڑ گیا۔ یہ بات اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ دنیا کے پردے پر ایک انسان ایسا بھی بستا ہے جس نے کبھی کسی اور انسان سے گفتگو نہیں کی مگر انگریزی زبان پڑھ بھی لیتا ہے اور لکھ بھی سکتا ہے۔

پھر جب اُس کا ذہن اُس نام کی طرف گیا جو ٹارزن نے لکھا تھا تو اُسے خیال آیا کہ یہ تو اُسی لڑکی کا نام ہے جسے گوریلا اُٹھالے گیا تھا۔ اس نے سوچا، وہ گوریلا یہی ہے، اُس نے پنسل اُٹھا کر چھال پر لکھا۔ ”جین کہاں ہے؟“

ٹارزن نے جواب میں لکھا۔ ”وہ گوریلوں کے بادشاہ ٹارزن کے کیبن میں اپنے رشتہ داروں کے پاس ہے۔“

ڈارنوٹ نے لکھ کر پوچھا۔ ”تو گویا وہ زندہ ہے؟“

ٹارزن نے جواب میں لکھا۔ ”وہ زندہ ہے۔ ایک گوریلا اُسے اُٹھا کر لے گیا تھا۔ گوریلوں کے بادشاہ ٹارزن نے اُسے چھین لیا اور گوریلے کو مار ڈالا۔ سارے جنگل میں کوئی ٹارزن سے دُشمنی کر کے زندہ نہیں رہ سکتا۔ میں گوریلوں کا بادشاہ ٹارزن ہوں۔ جو ایک زبردست لڑیّا ہے۔“

اس کے بعد کئی دِن تک ڈارنوٹ آرام کرتا رہا۔ پھر اُسے ایک خیال آیا۔ اُس نے لکھ کر ٹارزن سے کہا۔ ”میں اپنے آدمیوں کے نام ایک پیغام لکھ دوں گا۔ تم جا کر اُن تک پہنچا دینا۔“

ٹارزن نے سر ہلا کر انکار کیا۔ پھر لکھ کر اُسے بتایا کہ "یہاں گوریلے آتے ہیں۔ اگر میں تمھیں اکیلا چھوڑوں گا تو وہ تمھیں پھاڑ کھائیں گے۔"

ڈارنوٹ نے لکھا۔ "میں اس احسان کا شکریہ کس طرح ادا کروں جو تم نے مُجھ پر کیا ہے؟"

ٹارزن نے جواب میں لکھا۔ "مجھے انسانوں کی زبان بولنا سکھا دو۔"

ڈارنوٹ نے اُسے انگریزی کی جگہ فرانسیسی سکھانی شروع کر دی کیونکہ یہ زبان وہ اچھی طرح جانتا تھا۔ اگلے دو دِن میں ٹارزن فرانسیسی زبان کے چھوٹے چھوٹے فقرے بولنے لگا۔ تیسرے دِن ڈارنوٹ نے ٹارزن سے کہا وہ اِسے کیبن میں پہنچا دے۔ ٹارزن فوراً تیّار ہو گیا۔

وہ ڈارنوٹ کو اپنے بازوؤں میں اُٹھا کر درختوں کو پھلانگتا ہوا شام سے ذرا پہلے کیبن تک پہنچ گیا مگر وہ خالی پڑا تھا۔ ڈارنوٹ کو میز پر دو لفافے پڑے نظر آئے۔ اُس نے اُنہیں پڑھا اور بولا۔ "ٹارزن، تمھارے لیے دو پیغام ہیں۔" مگر ٹارزن جا چُکا تھا۔

وہ جین سے ملنے آیا تھا مگر جین اُسے چھوڑ کر چلی گئی تھی۔ اس لیے اُسے انسانوں سے نفرت ہو گئی اور اُس نے جنگل میں اپنے قبیلے کے ساتھ رہنے کا فیصلہ کر لیا۔

ٹارزن تیزی سے اپنے قبیلے کی طرف جا رہا تھا۔ اصل میں وہ اُن خیالات سے جو اُس کے دل میں طوفان مچا رہے تھے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتا تھا۔

مگر وہ خیالات اُس کے ساتھ رہے۔ وہ ایک جگہ رُک کر سوچنے لگا۔ "ٹارزن، تم گوریلے تو نہیں ہو جو اپنے ہم نسلوں کو مرنے کے لیے جنگل میں چھوڑ جاتے ہیں۔ تم تو انسان ہو۔ تم کو اپنی نسل کے انسان کو بچانا چاہیے۔" وہ واپس کیبن کی طرف چل پڑا اور ایک گھنٹے کے اندر اندر وہاں جا پہنچا۔ ڈارنوٹ نے دروازے کے باہر آواز سُنی تو وہ یہ سمجھا کہ کوئی درندہ اندر آنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اُس نے بندوق تان لی اور جونہی کواڑ ذرا سے کھُلے، فوراً لبلبی دبا دی۔ جب فرانسیسی سپاہیوں نے واپس آ کر کمانڈر کو اطلاع دی کہ ڈارنوٹ کا پتا نہیں چلا تو وہ وہاں سے جلد سے جلد بھاگ

کھڑے ہونے کی سوچنے لگے۔ اور سب نے تو اُس کی ہاں میں ہاں ملائی مگر جین جانے کو تیّار نہ تھی۔

اُس نے کہا۔ ”ایسی حالت میں کہ ہمارا ایک سپاہی جنگل میں ہے، ہمیں یہاں سے نہیں جانا چاہیے۔ مجھے یقین ہے کہ جنگل کا دیوتا ڈارنوٹ کو بچانے گیا ہے۔“

”یہ آپ نے کس طرح سمجھ لیا کہ وہ اسے بچانے ہی گیا ہے۔“ کمانڈر نے کہا۔

جین نے کہا۔ ”وہ آپ کے سپاہیوں کی گولیوں کی آوازیں سُن کر اُس طرف روانہ ہوا تھا جِدھر سے یہ آوازیں آئی تھیں۔“

”مگر اُسے یہ کیسے پتا چل سکتا ہے کہ کالے وحشیوں نے ڈارنوٹ کو پکڑ لیا ہے؟“ کپتان نے کہا۔

”بے شک اُسے یہ تو پتا نہیں چل سکتا۔“ جین بولی۔ ”مگر اُسے یہ معلوم ہو

گیا تھا کہ کوئی شخص آفت میں پھنس گیا ہے۔ میرے والد اور مسٹر ولیم وہاں نہیں تھے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ اُنہیں اور ڈار نوٹ کو ڈھونڈنے گیا ہے۔"

"ایسا بھی ہو سکتا ہے۔" کمانڈر بولا۔ "کہ آپ کے بے چارے جنگلی دیوتا کو بھی وحشیوں نے مار ڈالا ہو۔"

جین مُسکرائی۔ "آپ اُسے جانتے نہیں۔ اُسے کوئی انسان یا حیوان ہلاک نہیں کر سکتا۔"

"تو پھر۔" کپتان ہنسا۔ "ایسے آدمی کے لیے تو ضرور ٹھہرے رہنا چاہیے۔ میں اُس زبردست انسان کو دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"تو پھر ٹھہرے رہیے۔" جین نے کہا۔

"اچھا۔" کمانڈر نے کہا۔ "ہم ایک ہفتے ٹھہرے رہیں گے۔ مگر اس سے زیادہ نہیں۔"

اگلے دِن کمانڈر بیس سپاہیوں اور پچھلے جہاز کے ایک آدمی کو ساتھ لے کر اُس خزانے کا کھوج نکالنے گیا جس کے بارے میں اُس جہاز کے خلاصیوں نے بتایا تھا۔ جو پتا دیا گیا تھا، اُس پر زمین کھودی، مگر خزانے کا صندوق وہاں نہیں تھا۔ اُنھوں نے یہ نتیجہ نکالا کہ حبشی جہازیوں کو صندوق دفن کرتے دیکھ رہے ہوں گے۔ بعد میں اُسے نکال کر لے گئے۔

ایک ہفتہ گزر گیا مگر ٹارزن نہ آیا۔ کمانڈر نے اعلان کر دیا کہ اگلے دِن صُبح ہی جہاز روانہ ہو جائے گا۔ جین اور مہلت نہ مانگ سکی۔ اُسے یقین ہو گیا کہ اب وہ اُس کی شکل کبھی نہ دیکھ سکے گی۔ اُس نے یہ بات تو نہ مانی کہ وہ آدم خور ہے مگر اس بات کا کچھ کچھ یقین آنے لگا کہ وہ کسی وحشی قبیلے میں پلا ہے۔ پھر بھی چلتے وقت وہ اُس کے لیے ایک پیغام چھوڑ گئی۔

اِنسانوں کی دُنیا میں

بندوق چھوٹتے ہی دروازے کے کواڑ کھُل گئے اور ایک انسان سر کے بل کیبن کے فرش پر ِگر پڑا۔ ڈارنوٹ دوبارہ بندوق تاننے لگا مگر پھر اُس کی نظر ِگرنے والے پر پڑی تو دیکھا کہ وہ سفید ہے۔ اگلے لمحے اُسے معلوم ہو گیا کہ اُس نے اپنے دوست ٹارزن پر بندوق چلا دی ہے۔ وہ چیخ کر ٹارزن کے پاس پہنچا۔ اُس کا نام لے کر پُکارا۔ جب وہ نہ بولا تو ڈارنوٹ نے اپنا کان اُس کے دِل کی جگہ پر لگایا۔ وہ حرکت کر رہا تھا۔

اُس نے ٹارزن کو اُٹھا کر چارپائی پر لٹایا۔ دروازہ اندر سے بند کر کے لیمپ روشن کیا اور زخم کو غور سے دیکھا بھالا۔ گولی کھوپڑی کو چھیلتی ہوئی نکل گئی تھی۔ گوشت زخمی ہو گیا تھا، مگر کھوپڑی کی ہڈّی نہیں ٹوٹی تھی۔ ڈارنوٹ نے اطمینان کا سانس لیا اور کپڑا پانی میں بھگو کر ٹارزن کے چہرے کا خون پونچھا۔

کچھ دیر بعد ٹارزن نے آنکھیں کھولیں۔ ڈارنوٹ نے فوراً اُٹھ کر ایک پرچے پر لکھا۔ "میں نے غلطی سے گولی چلا دی تھی۔ خُدا کا شکر ہے کہ تمہاری جان بچ گئی۔"

ٹارزن پرچہ پڑھنے کے بعد ہنسا اور بولا۔ "یہ تو کچھ بھی نہیں ہے۔" اسے آگے لفظ نہ ملے تو ایک کاغذ پر لکھا۔ "گوریلے تو میرے ہاتھوں مارے جانے سے پہلے میرے بڑے بڑے گہرے زخم لگا چکے ہیں۔ یہ تو اُن کے مقابلے میں ایک معمولی سی خراش ہے۔"

ڈارنوٹ نے اُسے دو لفافے دیے کہ یہ اُس کے نام ہیں اور کیبن میں رکھے

ہوئے ملے ہیں۔ ایک ولیم کی طرف سے تھا، دوسرا جین کی طرف سے۔ ٹارزن لفافہ کھولنا نہ جانتا تھا۔ وہ ان کو اُلٹنے پلٹنے لگا۔ ڈارنوٹ نے لفافے پھاڑے اور پرچے نکال کر اُسے دے دیے۔ ٹارزن نے پہلے جین کا پیغام پڑھا۔ لکھا تھا۔

"گوریلوں کے بادشاہ ٹارزن، میں یہاں سے رُخصت ہوتے وقت اپنی اور مسٹر ولیم کی طرف سے آپ کی اُس مہربانی کا شکریہ ادا کرتی ہوں کہ آپ نے ہمیں اپنا کیبن استعمال کرنے کی اجازت دی۔ مگر اِس کا افسوس ہے کہ آپ کبھی ہم لوگوں میں مل کر نہیں بیٹھے۔ ہم آپ سے مل کر بہت خوش ہوتے۔ آپ کے علاوہ مجھے ایک شخص کا بھی شکریہ ادا کرنا ہے۔ وہ جنگل میں جانے کے بعد واپس ہی نہیں آیا۔ گو میں یہ ماننے کو تیّار نہیں ہوں کہ وہ مر چکا ہے۔ مجھے اس کا نام معلوم نہیں ہے۔ میری مراد اُس زبردست سفید دیو سے ہے جو لاکٹ پہنے ہوئے تھا۔ اگر آپ اُسے جانتے ہوں تو اُسے بھی میرا شکریہ پہنچا دیجئے اور یہ بھی کہیے کہ میں اُس کی واپسی کے

انتظار میں سات روز تک رُکی رہی۔ اس سے یہ بھی کہہ دیجئے کہ اگر وہ امریکہ آئے تو شہر بالٹی مور میں، میرے گھر ضُرور آئے۔ اُسے سر آنکھوں پر بٹھایا جائے گا۔"

ٹارزن جین کا خط پڑھ کر دیر تک زمین پر نظریں گاڑے بیٹھا رہا۔ اس خط سے یہ ظاہر تھا کہ جین کو یہ معلوم نہیں کہ ٹارزن اور وہ لاکٹ والا سفید دیو ایک ہی شخص ہے۔ پھر اس نے ولیم کا خط پڑھا۔ لکھا تھا۔

"گوریلوں کے بادشاہ ٹارزن، ہم اس کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ تم نے ہمیں اپنے کیبن میں کچھ دِن گزارنے دیے مگر اس کا افسوس ہے کہ ہمیں تم سے ملنے اور شکریہ ادا کرنے کا موقع نصیب نہ ہوا۔ ہم نے تمہاری کسی چیز کو خراب نہیں کیا بلکہ تمہارے لیے بہت سی ایسی چیزیں چھوڑے جا رہے ہیں جن سے تم کو آرام ملے گا۔ اگر تمہارا اُس عجیب و غریب سفید انسان سے ملنا ہو جس نے کئی مرتبہ ہماری جانیں بچائیں اور کھانا لا لا کر کھلایا تو اُس کا بھی شکریہ ادا کر دینا۔ ہم ایک گھنٹے کے اندر اندر یہاں سے جا رہے ہیں۔

پھر کبھی نہیں آئیں گے۔ مگر تمہیں اور اُس جنگلی آدمی کو معلوم ہونا چاہیے
کہ ہم تمہارا احسان کبھی نہیں بھولیں گے۔"

"پھر کبھی نہیں آئیں گے۔" کہہ کر ٹارزن اُٹھا اور اُس بستر پر لیٹ گیا جو جین کے لیے بنایا گیا تھا۔ ڈارنوٹ نے لیمپ بجھا دیا اور وہ بھی چارپائی پر لیٹ گیا۔

ایک ہفتے تک ڈارنوٹ ٹارزن کو فرانسیسی زبان سکھاتا رہا۔ اس کے بعد ٹارزن کچھ کچھ باتیں کرنے لگا۔ ایک دِن اُس نے ڈارنوٹ سے پوچھا کہ امریکہ کہاں ہے؟ ڈارنوٹ نے بتایا کہ یہاں سے شمال مغرب کی طرف ہزاروں میل دور ہے۔ ٹارزن نے وہاں جانے کا ارادہ ظاہر کیا۔ ڈارنوٹ نے اُسے سمجھایا کہ یہ ناممکن ہے کیونکہ وہاں پہنچنے کے لیے ہزاروں میل کا سمندری سفر کرنا پڑتا ہے۔ ٹارزن گلوب اُٹھا لایا اور شمالی امریکہ تک کے سمندر پر اپنے ہاتھ کی ہتھیلی رکھ کر کہنے لگا کہ یہ تو صرف ہاتھ بھر کا فاصلہ ہے۔ اُس کی اِس حرکت پر ڈارنوٹ کو ہنسی آ گئی۔ پھر اُس نے ٹارزن کو

سمجھایا کہ نقشے کا فاصلہ کس طرح ناپتے ہیں۔ وہ سوچ میں پڑ گیا۔ پھر ڈارنوٹ سے پوچھنے لگا کہ کیا افریقہ میں بھی سفید انسان رہتے ہیں؟ ڈارنوٹ نے نقشے پر ایک مقام دکھایا۔ ٹارزن نے اس سے پوچھا کہ اُن لوگوں کے پاس ایسے بڑے جہاز ہیں جن سے سمندر کو پار کیا جا سکتا ہے؟ ڈارنوٹ نے اُسے بتایا کہ ضرور ہیں۔ ٹارزن نے فیصلہ کر لیا کہ وہ اُس مقام پر ضرور پہنچے گا۔

اگلے دِن ڈارنوٹ اور ٹارزن روانہ ہو گئے وہ ایک مہینے تک سفر کرتے رہے۔ راستے میں نہ کوئی انسان ملا، نہ حیوان۔ ٹارزن ڈارنوٹ سے طرح طرح کے سوال کر کے اپنا علم بڑھاتا رہا۔ ایک دِن اُس نے ڈارنوٹ کو اُس صندوق کے بارے میں بتایا جسے اُس نے جہازیوں کو زمین میں دفن کرتے دیکھا تھا۔ ڈارنوٹ نے اُسے بتایا کہ اُس میں خزانہ ہے۔ ٹارزن کہنے لگا کہ کل ہی واپس جا کر اُس خزانے پر قبضہ کرنا چاہیے۔ ڈارنوٹ حیران تھا کہ اتنی دُور آ گئے ہیں۔ اب واپس لَوٹ کر کیسے جایا جا سکتا ہے۔ ٹارزن اَڑ گیا

کہ میں تو ضرور جاؤں گا۔ اس پر ڈارنوٹ نے کہا کہ قریب کی کسی بندر گاہ پر پہنچ کر جہاز کرائے پر لو، اس میں بیٹھ کر خزانے تک پہنچو اور صندوق لے کر واپس آ جاؤ۔

ٹارزن کہنے لگا۔ "میں تو اکیلا جا کر دس پندرہ دِن میں وہ صندوق لے کر واپس آ سکتا ہوں مگر چونکہ تم اتنے تیز نہ چل سکو گے اس لیے جہاز میں بیٹھ کر جانا ہی ٹھیک رہے گا۔"

پھر بولا۔ "جب میں یہ دیکھتا ہوں کہ تم کتنے کمزور ہو تو میں حیران ہوتا ہوں کہ انسانی نسل اب تک زندہ کیسے ہے۔ ایک شیرنی تم جیسے ہزاروں انسانوں کو ختم کر سکتی ہے۔"

ڈارنوٹ اس کی یہ بات سُن کر ہنسا۔ پھر کہنے لگا۔ "جب تم انسانوں کی فوجیں، بحری بیڑے شہر اور عمارتیں دیکھو گے تب تمہیں معلوم ہو گا کہ دماغ جسم سے بڑا ہے۔ اسی کی وجہ سے انسان جنگلی جانوروں سے بڑا ہے۔ انسان اکیلا اور تنہا شیر کا مقابلہ نہیں کر سکتا لیکن اگر دس انسان اکٹھے ہو

جائیں اور اُن کے پاس بندوقیں ہوں تو وہ سو شیروں کا مُقابلہ کر سکتے ہیں۔ حیوان انسانوں کے خلاف اِس طرح ایکا نہیں کر سکتے۔ اگر کر سکتے تو تم اُس جنگل میں اتنے عرصے تک دندناتے نہ پھرتے۔"

ٹارزن بولا۔ "تم ٹھیک کہتے ہو۔ اگر اُس رات جب میری اُس گوریلے سے لڑائی ہوئی، کرچاک اُس کی مدد کو آجاتا تو میرا خاتمہ ہو جاتا۔ مگر کرچاک کے پاس دماغ نہیں تھا۔ اِس لیے وہ اس موقع سے فائدہ نہ اُٹھا سکا۔ میری ماں کالا میں بھی سوچنے سمجھنے کی خوبی نہیں تھی۔ اُسے جب بھوک لگتی تو جو کچھ اور جتنا کچھ ہاتھ لگتا کھا کر پیٹ بھر لیتی۔ مگر آئندہ کے لیے کبھی جمع کر کے نہ رکھتی۔ جب کبھی میں سفر پر روانہ ہوتے وقت کھانے کی چیزیں ساتھ لیتا تو میری اس حماقت پر ہنستی لیکن راستے میں خوراک نہ ملتی تو میرے ساتھ کھانے بیٹھ جاتی۔"

ڈارنوٹ نے پوچھا۔ "تمھیں اپنی ماں یاد ہے؟"

"ہاں۔" ٹارزن نے جواب دیا۔ "مجھے یاد ہے وہ ایک بھاری بھرکم گوریلی

تھی۔ وہ مجھ سے کہیں بڑی تھی۔"

"اور باپ؟" ڈارنوٹ نے پوچھا۔

ٹارزن نے جواب دیا۔ "اُسے میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ کالا نے مجھے بتایا تھا کہ وہ ایک سفید گوریلا تھا اور اُس کے جسم پر بال نہیں تھے جیسے میرے نہیں ہیں۔ اب میں جان گیا ہوں کہ وہ ضرور کوئی سفید انسان ہو گا۔"

ڈارنوٹ ٹارزن کی طرف دیر تک بڑے غور سے دیکھتا رہا۔ پھر کہنے لگا۔ "مجھے تو یہ بات ناممکن نظر آتی ہے کہ کالا تمہاری ماں تھی۔ اگر ایسا ہوتا تو تُم میں گوریلوں کا کچھ تو اثر آتا۔ تم تو انسان ہو اور میرا خیال ہے کہ کسی عالی خاندان ماں باپ کی اولاد ہو۔ کیا تمہیں اپنی پچھلی زندگی کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں؟"

"کچھ بھی نہیں۔" ٹارزن نے جواب دیا۔

"کیبن میں سے کوئی ایسی تحریر نہیں ملی جس سے یہ معلوم کیا جا سکتا کہ اس

کے اصلی مالک کون تھے؟"

"کیبن میں جتنی کتابیں ہیں وہ سب میں پڑھ چکا ہوں۔ صرف ایک کتاب ایسی ہے جو میں نے نہیں پڑھی ہے۔ اصل میں وہ مجھ سے پڑھی نہیں جا سکی۔ کیونکہ وہ انگریزی زبان میں نہیں ہے۔ شاید تم پڑھ سکو۔"

یہ کہہ کر اُس نے اپنے ترکش کے اندر سے جان کِلیٹَن کی ڈائری نکال کر اُس کے حوالے کر دی۔ ڈارنوٹ نے اُس کے سر وَرق پر نظر ڈالتے ہی کہا۔ "یہ تو نوّاب جان کِلیٹَن کی ڈائری ہے۔ وہ ایک انگریز نوّاب تھا اور یہ فرانسیسی زبان میں لکھی ہوئی ہے۔"

اس کے بعد اس نے ڈائری پڑھنی شروع کی جو بیس برس پہلے لکھی گئی تھی۔

ٹارزن زمین پر اُکڑوں بیٹھا خلا میں گھور رہا تھا۔ ڈائری لکھنے والے نے جب اپنے ننھے مُنّے بچّے کا ذکر شروع کیا تو اُس کے ایک ایک حرف سے خوشی ٹپکنے لگی۔ ایک جگہ لکھا تھا کہ آج ہمارا ننّھا چھ مہینے کا ہو گیا۔ وہ میز کے پاس

ایلس کی گود میں بیٹھا ہے۔ بہت خوش ہے۔ مجھے یہ دیکھ کر بڑی خوشی ہوتی ہے کہ ہمارا بچّہ بڑے سڈول جسم کا ہے اور بہت صحت مند ہے۔ میرا دل گواہی دے رہا ہے کہ یہ پَل بڑھ کر جوان ہو گا اور ہمارے خاندان کا نام روشن کرے گا۔ لیجیئے، اُس نے میرا قلم اپنی مُٹھّی میں پکڑ لیا ہے اور اُس کی سیاہی میں بھری ہوئی اُنگلیوں نے کاغذ پر اپنی چھاپ لگا کر گویا میری بات کی تصدیق کر دی ہے۔"

واقعی صفحے کے حاشیے پر چار ننّھی مُنّی اُنگلیوں اور ایک انگوٹھے کے آدھے حصّے کی چھاپ موجود تھی۔

جب ڈارنوٹ ڈائری پڑھ چُکا تو دونوں چند منٹ تک خاموش بیٹھے رہے۔ پھر ڈارنوٹ نے ٹارزن سے پوچھا۔ "کہو بھئی تمہاری کیا رائے ہے؟ کیا اس چھوٹی سی کتاب سے یہ بات صاف نہیں ہو گئی کہ نوّاب جان کلیٹَن تمہارے باپ تھے اور تُم اُن کے وارث ہو۔"

ٹارزن نے سر ہلا کر انکار کیا۔ "اس کتاب میں ایک ہی بچّے کا ذکر ہے۔

جب میں کیبن میں پہلی مرتبہ داخل ہوا تھا اُس وقت میں نے اُس کا پنجر جھولے میں پڑا دیکھا تھا۔ اسے پروفیسر پورٹر کی ٹولی نے کیبن کے پاس اس کے ماں باپ کے ساتھ دفنا دیا ہے۔ اس کتاب میں جس بچّے کا ذکر ہے وہ یہی بچّہ تھا۔ میرا معاملہ اس سے زیادہ گہرا ہے۔ میں اس بات کے بارے میں سوچتا رہا ہوں کہ کیا ایسا ہو سکتا ہے میں اس کیبن میں پیدا ہوا تھا۔"

اور پھر ایک ٹھنڈا سانس بھرنے کے بعد اس نے یہ کہہ کر بات ختم کر دی۔ "کالا جو کچھ کہا کرتی تھی، وہی سچ ہے۔"

مگر ڈارنوٹ ماننے کو تیّار نہ ہوا۔ اس نے تہیّہ کر لیا کہ اپنے اس دعوے کو صحیح ثابت کر کے دکھائے گا کہ ٹارزن جان کِلیٹَن کا بیٹا ہے۔

یہ دونوں سفر کرتے رہے۔ ساتویں دِن اچانک ایک ایسے مقام پر جا نکلے جہاں درخت کاٹ کر جگہ صاف کی گئی تھی۔ اس جگہ سے کچھ فاصلے پر بہت سی پکّی عمارتیں تھیں، جن کے گرد ایک مضبوط دیوار تھی۔ اِن کے اور اُس دیوار کے درمیانی ٹکڑے میں کھیت تھے جن میں بہت سے حبشی

کام کر رہے تھے۔

ٹارزن نے اُنہیں دیکھتے ہی اپنی کمان میں زہریلا تیر چڑھالیا مگر ڈارنوٹ نے اُس کو روکتے ہوئے کہا۔ "یہ نہ کرو۔ ہو سکتا ہے یہ لوگ ہمارے دُشمن نہ ہوں۔"

ٹارزن بولا۔ "دُشمن کیسے نہ ہوں گے۔ کالے آدمی ہیں، جو گورے انسانوں کو کچّا کھا جاتے ہیں۔"

ڈارنوٹ نے چیخ کر اُسے روکا اور کہا۔ "تہذیب یافتہ انسان بلا وجہ خون نہیں کیا کرتے۔ ابھی تم کو بہت کچھ سیکھنا ہے۔"

ٹارزن نے مُسکراتے ہوئے کمان جھُکالی اور کہا۔ "چلو نہیں مارتا۔ مگر میری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ میں اپنے جنگل میں تو کالوں کو مار سکتا تھا۔ یہاں نہیں مار سکتا۔"

ڈارنوٹ نے کہا۔ "اگر یہ کالے انسان تم پر حملہ کریں تو تم کو حق ہو گا کہ

اِن کو مار ڈالو۔ لیکن اگر حملہ نہ کریں تو تُم بلا وجہ اِن کو مارنے کا کوئی حق نہیں رکھتے۔ یہ نہ سمجھو کہ ہر شخص تمہارا دُشمن ہے۔ جو تُم سے دُشمنی کرے صرف اُسی کو دُشمن سمجھو۔"

"اچھا تو پھر چلو، ہم دونوں خود کو اُن کے سامنے پیش کر دیں تا کہ وہ ہم کو مار ڈالیں۔" یہ کہہ کر ٹارزن آگے بڑھ گیا۔

کالے آدمیوں نے اُسے دیکھتے ہی چیخیں مارتے ہوئے دیوار کی طرف بھاگنا شروع کر دیا۔ ایک لمحے کے اندر اندر گاؤں میں ہلچل مچ گئی۔ پھر ایک سفید آدمی ہاتھ میں بندوق لیے ہوئے گاؤں سے باہر آیا اور ٹارزن کو نشانہ بنا کر گولی چلانے کو تھا کہ ڈارنوٹ نے اُسے چیخ کر روکا اور کہا۔ "ہم دوست ہیں۔"

وہ جواب میں چلّایا۔ "تو پھر جہاں ہو وہیں رُک جاؤ۔"

ٹارزن اور ڈارنوٹ فوراً رُک گئے۔ پھر سفید آدمی کے اشارہ کرنے پر آہستہ آہستہ چل کر اُس کے پاس پہنچے۔ وہ پہلے تو اُنہیں حیرانی سے دیکھتا

رہا۔ پھر پُوچھنے لگا۔ ”تُم کون لوگ ہو؟“

ڈارنوٹ نے بتایا۔ ”ہم دونوں یورپی ہیں۔ جنگل میں راستہ بھُول کر مارے مارے پھِر رہے ہیں۔“

سفید انسان نے اُن سے ہاتھ ملایا۔ پھر بولا۔ ”میں ایک فرانسیسی پادری ہوں۔ مجھے تُم لوگوں سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔“

ڈارنوٹ نے ٹارزن کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ ”یہ ٹارزن ہے اور میں فرانسیسی بحری بیڑے کا افسر ڈارنوٹ ہوں۔“

پادری نے ہاتھ آگے بڑھایا تو ٹارزن نے بھی اُس کی دیکھا دیکھی ہاتھ آگے بڑھا دیا۔ یُوں ٹارزن جنگل سے نکل کر تہذیب کی سرحد پر پہنچ گیا۔ وہ دونوں ایک ہفتے تک وہاں رہے۔ ٹارزن ہر بات تاڑ تا رہا اور اُس نے تہذیب یافتہ انسانوں کے بارے میں بہت سی باتیں معلوم کر لیں۔ عورتوں نے اِن دونوں کے لیے کپڑے سی دیے اور وہ اُنہیں پہن کر، انسانوں کی وضع بنا کر، آگے روانہ ہوئے۔

ایک شرط

ایک مہینے تک سفر کرنے کے بعد وہ ایک پاٹ دار دریا کے دہانے پر پہنچے۔ یہاں ایک اچھّا خاصا شہر آباد تھا۔ دریا میں کشتیاں پڑی ہوئی تھیں اور کنارے پر انسانوں کا ہجوم تھا۔ ٹارزن انہیں دیکھ کر پہلے تو گھبرایا مگر رفتہ رفتہ اتنا عادی ہو گیا کہ اُسے دیکھ کر کسی کو یہ گمان بھی نہ گُزر سکتا تھا کہ یہ خوب صورت یورپی نوجوان، جو اُن کے ساتھ بے تکلّفی کے ساتھ باتیں کرتا اور ہنستا بولتا رہتا ہے صرف دو مہینے پہلے جنگلوں میں ننگا دھڑنگا درختوں پر چھلانگیں مارتا اور حیوانوں کا شکار کر کے اُن کے کچّے گوشت

سے پیٹ بھرا کرتا تھا۔

شروع میں ٹارزن پکا ہوا کھانا کھاتے وقت ناک بھوں سکیڑا کرتا تھا مگر اب وہ یہی کھانا بڑے شوق سے کھانے لگا تھا۔

اس چھوٹی سی بندر گاہ پر پہنچتے ہی ڈارنوٹ نے اپنی حکومت کو تار دے کر تین مہینے کی چھٹّی مانگی جو فوراً دے دی گئی۔ اِسی طرح اُس نے اپنے بنک کو تار دے کر روپیہ بھی منگوایا۔ روپیہ آنے میں دیر لگی، اس لیے وہ جہاز کرائے پر نہ لے سکا۔

ایک دِن ٹارزن اور ڈارنوٹ بہت سے اور یورپی لوگوں کے ساتھ ایک ہوٹل میں بیٹھے کھانا کھا رہے تھے کہ شیروں اور اُن کے شکار کا ذکر چھِڑ گیا۔

کچھ لوگ شیر کے بارے میں کہنے لگے کہ وہ حیوانوں کا بادشاہ ہے اور بڑا بہادر ہوتا ہے۔ کچھ کی رائے تھی کہ وہ بزدل ہوتا ہے۔ ٹارزن نے اُن کی بات چیت میں کوئی حصّہ نہ لیا۔ وہ خاموش بیٹھا رہا۔ ڈارنوٹ اور ٹارزن

میں یہ طے ہو چکا تھا کہ ٹارزن کی پچھلی زندگی کے بارے میں کبھی کچھ نہ کہا جائے تاکہ لوگوں کو معلوم ہی نہ ہو سکے کہ وہ گوریلوں میں رہ چکا ہے۔ ڈارنوٹ کے علاوہ اور کسی کو ٹارزن کے بارے میں یہ بات معلوم نہ تھی۔

ایک شخص بول اٹھا۔ "ٹارزن صاحب نے اپنی رائے ظاہر نہیں کی۔ جہاں تک مُجھے معلوم ہے یہ کچھ عرصہ افریقہ میں بھی رہ چکے ہیں۔ اِس لیے انہیں شیروں کا ضرور تجربہ ہو گا۔ کیوں صاحب؟"

ٹارزن نے رُوکھے لہجے میں کہہ دیا۔ "ہاں۔ تجربہ ہے تو سہی مگر یُوں ہی سا ہے۔ ویسے میرا خیال یہ ہے کہ شیر بڑا خوں خوار ہوتا ہے، اس لیے اس سے چوکس ہی رہنا چاہیے۔"

وہ شخص بول اُٹھا۔ "اگر شکاری شکار سے خوف زدہ ہو تو ظاہر ہے کہ شکار میں لُطف نہیں آئے گا۔" گویا اس نے ٹارزن پر چوٹ کر دی کہ وہ شیر سے ڈرتا ہے۔

ٹارزن بولا۔ "میں سمجھا نہیں کہ خوف زدہ ہونے سے آپ کا مطلب کیا

ہے۔ میرے نزدیک تو شکار کرنے کا لُطف صرف اِس میں ہے کہ شکاری کو یہ معلوم ہو کہ جس حیوان کا شکار کر رہا ہے وہ نقصان پہنچانے کی اتنی ہی طاقت رکھتا ہے جتنی مُجھ میں ہے۔ اگر میں دو بندوقیں اور بیس یا تیس ہانکے کے آدمی ساتھ لے کر شیر کا شکار کرنے نکلوں تو ظاہر ہے کہ شیر بچ کر نہ جا سکے گا۔ ایسے شکار میں کیا لُطف آئے گا۔"

"یعنی مجھے یہ سمجھنا چاہیے کہ ٹارزن صاحب یہ پسند کریں گے کہ شیر کے شکار کے لیے جنگل میں بالکل اکیلے صرف چاقو لے کر جائیں۔" یہ کہہ کر وہ شخص زور سے ہنسا۔

"جی ہاں۔" ٹارزن بولا۔ "اور ایک رسّی بھی۔"

عین اُس وقت جب یہ باتیں ہو رہی تھیں، جنگل میں سے شیر کی دہاڑ سُنائی دی۔ اِس طرح جیسے شکار للکار رہا ہے کہ کسی کو مُقابلے پر آنا ہو تو آئے۔

"لیجیئے ٹارزن صاحب۔" وہ شخص کہنے لگا۔ "آپ کے لیے موقع ہے۔"

ٹارزن نے مُسکرا کر کہا۔ ”مجھے اِس وقت بھُوک نہیں لگ رہی ہے۔“

یہ سن کر سب ہنس پڑے۔ جو شخص ٹارزن سے باتیں کر رہا تھا، اُس نے کہا۔ ”یہ بات نہیں ہے۔ آپ ایک چاقو اور رسّی لے کر شیر کے مُقابلے پر اُترتے ہوئے ڈر رہے ہیں۔“

”نہیں۔“ ٹارزن بولا۔ ”بِلا وجہ کام صرف وہی لوگ کرتے ہیں جو احمق ہوتے ہیں۔“

”وہ تو میں وجہ بھی پیدا کر دیتا ہوں۔“ اُس شخص نے کہا۔ ”اگر آپ صرف ایک چاقو اور رسّی سے شیر مار لائیں تو تین ہزار روپے آپ کی نذر کروں گا۔“

ٹارزن نے ڈارنوٹ کی طرف دیکھا۔ اس پر ڈارنوٹ بولا۔ ”پانچ ہزار کر دیجئے۔“

ٹارزن اُٹھ کھڑا ہوا اور بولا۔ ”اچھا دوستو، میں جا رہا ہوں۔“

شرط بدنے والے شخص نے بوکھلا کر پوچھا۔ ”کیا آپ اسی وقت جا رہے ہیں؟ رات کے وقت؟“

”ہاں۔“ ٹارزن بولا۔ ”رات کے وقت شیر کا ٹھکانا معلوم کر لینا آسان ہوتا ہے۔“

”نہیں۔“ شرط بدنے والے نے کہا۔ ”میں نہیں چاہتا کہ آپ کا خون میری گردن پر ہو۔“

”میں اِسی وقت جاؤں گا۔“ یہ کہہ کر ٹارزن چاقو اور رسّی لینے کے لیے اپنے کمرے میں چلا گیا۔ جب وہ جنگل کے اندھیرے میں داخل ہونے لگا تو سب اُسے روکنے کی کوشش کرنے لگے۔ شرط بدنے والا شخص روکنے سے زیادہ بد حواس تھا۔ اُس نے ٹارزن کی بہت منّت سماجت کی مگر ٹارزن جواب میں صرف ہنس دیا اور جنگل کے اندھیرے میں غائب ہو گیا۔

لوگ کچھ دیر تو خاموش کھڑے رہے پھر آہستہ آہستہ قدم اُٹھاتے ہوئے ہوٹل کے برآمدے میں واپس آ گئے۔

اُدھر ٹارزن جنگل کے اندر گھُستے ہی درختوں پر چڑھ گیا۔ پھر اُدھر کا رُخ کیا جِدھر سے شیر کی بُو آ رہی تھی اور منٹوں کے اندر اندر اُس کے عین اُوپر جا پہنچا۔

شیر بالکل بے خبر کھڑا تھا۔ ٹارزن نے پھُرتی سے رسّی کا پھندا اُس کے گلے میں ڈال دیا اور اگلے لمحے اُسے کَس بھی دیا۔ پھر اُس نے رسّی کا ایک سِرا ایک مضبوط شاخ سے باندھا اور زمین پر کُود گیا۔ شیر اپنا گلا چھڑانے کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ ٹارزن اُچھل کر اُس کی پیٹھ پر جا چپکا اور چاقو اُس کے دِل میں دس بارہ مرتبہ گھونپ دیا۔

جب شیر مر گیا تو ٹارزن نے اُس کی لاش پر اپنا پاؤں رکھا، گوریلوں جیسا فتح کا نعرہ مارا اور شیر کی گرم گرم لاش کندھے پر ڈال کر ایک بار پھر درختوں پر چڑھ گیا۔

ہوٹل کے برآمدے میں لوگ چُپ چاپ بیٹھے تھے۔ آخر شرط بدنے والے شخص نے کہا۔ ”بھئی اب تو مُجھ میں برداشت کی تاب نہیں رہی۔

میں بندوق لے کر جنگل میں جاتا ہوں اور اُس خبطی آدمی کو واپس لاتا ہوں۔"

ایک اور شخص بولا۔ "میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔"

"اور میں بھی۔" ایک اور نے کہا۔

اسی طرح ایک ایک کر کے سب ساتھ ہو لیے۔ جب ٹارزن کا گوریلوں جیسا نعرہ اُنہوں نے سُنا تو چونک کر کہا۔ "ارے! یہ کیا آواز ہے؟"

ایک بولا۔ "میں یہ نعرہ ایک دفعہ پہلے بھی سُن چکا ہوں۔ اُس وقت میں گوریلوں کے دیس میں تھا۔ میرے ساتھیوں نے بتایا تھا کہ یہ کسی ایسے گوریلے کا نعرہ ہے جس نے شکار کیا ہے۔"

جب یہ لوگ اُس جگہ پہنچے جہاں سے جنگل شروع ہوتا تھا تو اپنے قریب کسی حیوان کے غُرّانے کی آواز سُن کر چونک اُٹھے۔ مُڑ کر دیکھا تو ٹارزن اپنے شانوں پر شیر کی لاش لیے کھڑا تھا۔

ان سب کی حالت ایسی ہو گئی جیسے بجلی گر پڑی ہو۔ یہ بات اَن ہونی معلوم ہوتی تھی کہ ایک انسان نے صرف چاقو سے شیر مار لیا۔ اُنہیں اس پر بھی یقین نہ آتا تھا کہ وہ اکیلا شیر کی لاش جنگل سے اُٹھا کر یہاں تک لے آیا۔

سب ٹارزن کو گھیر کر کھڑے ہو گئے اور اُس سے طرح طرح کے سوال کرنے لگے۔ مگر اُس نے کسی سوال کا جواب نہ دیا۔ صرف ہنستا رہا جیسے اُس کا شیر مار لانا ایک معمولی سا کام ہے۔

سب لوگ اُس کی تعریفوں کے پُل باندھ رہے تھے مگر ٹارزن کے نزدیک اُس کا یہ کام ویسا ہی تھا جیسے ایک قصائی کا گائے ذبح کرنا۔ وہ اپنی جان بچانے اور خوراک حاصل کرنے کے لیے اتنی مرتبہ حیوانوں کو ہلاک کر چُکا تھا کہ اب اُسے اس میں فخر کی کوئی بات نظر نہ آتی تھی۔

مگر ان لوگوں کی نظروں میں وہ بڑا بہادُر اور شیر دِل انسان تھا۔ اُن میں سے کئی لوگ شیر مار چکے تھے مگر اِس طرح کبھی کسی نے نہ مارا تھا۔ خیر، اور تو جو کچھ تھا، پانچ ہزار روپے ٹارزن کے ہاتھ آ گئے اور ڈارنوٹ نے اُسے

مجبور کیا کہ یہ ساری رقم وہی رکھے۔ ٹارزن کو یہ رقم حاصل کر کے بہت
خوشی ہوئی کیونکہ وہ دیکھ رہا تھا کہ دھات کے یہ ٹکڑے جنہیں انسان سِکّے
کہتے ہیں اور کاغذ کے یہ پُرزے جو نوٹ کہلاتے ہیں، انسانوں کی دنیا میں
بڑی طاقت رکھتے ہیں اور اِن کے بغیر کوئی کام ہو ہی نہیں سکتا۔

اُنگلیوں کے نشان

شیر کے شکار کے تھوڑے ہی دِن بعد ڈارنوٹ نے اس بندر گاہ تک کے لیے ایک جہاز کرائے پر لے لیا جہاں خزانہ کھُود نکالنے کے لئے اُترنا تھا۔ وہاں پہنچتے ہی ٹارزن نے اپنا جنگلی لباس پہن کر پھاوڑا سنبھالا اور اکیلا ہی گوریلوں کے اس اکھاڑے کی طرف روانہ ہو گیا جہاں خزانہ دفن تھا۔ اگلے دِن شام ہوتے وہ خزانے کا صندوق کندھے پر اُٹھائے واپس آ گیا اور اگلی صُبح جہاز میں بیٹھ کر وہ شمال کی طرف چل پڑے۔

اس کے تین ہفتے بعد ٹارزن اور ڈارنوٹ ایک فرانسیسی جہاز پر سوار ہو گئے اور چند دِن بعد پیرس پہنچ گئے۔ ٹارزن امریکہ پہنچنے کے لیے بے قرار تھا مگر ڈارنوٹ اَڑ گیا کہ پہلے وہ اس کے ساتھ پیرس چلے۔

پیرس پہنچتے ہی ڈارنوٹ پہلے محکمہ پولیس کے ایک اعلیٰ افسر کے پاس گیا۔ باتوں باتوں میں جب یہ ذکر آیا کہ کس طرح مجرموں کو اُن کی انگلیوں کے نشانوں سے شناخت کیا جاتا ہے تو ٹارزن نے افسر کا بیان توجّہ سے سُنا اور پھر اُس سے پوچھا۔ ”جب انگلیوں کی لکیریں چند سال کے اندر اندر بدل جاتی ہیں تو پھر یہ نشان کس کام کے رہتے ہوں گے۔“

افسر نے اُسے بتایا کہ ”یہ لکیریں کبھی نہیں بدلتیں۔ بچپن سے لے کر بڑھاپے تک انسان کی انگلیوں کے نشان ایک سے رہتے ہیں۔ البتّہ وہ بڑے ہو جاتے ہیں۔“

ڈارنوٹ نے کہا۔ ”یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔ ذرا میری انگلیوں کے نشانات اُتاریے۔ دیکھوں کیسے ہیں۔“

”ابھی لیجئے۔“ یہ کہہ کر پولیس افسر نے گھنٹی بجا کر اپنے ایک ماتحت کو بُلایا اور اسے کچھ ہدایتیں دیں۔ وہ شخص باہر چلا گیا اور تھوڑی دیر بعد لکڑی کا ایک بکس لے آیا۔

افسر نے ڈارنوٹ سے کہا۔ ”اب پل بھر میں آپ کی انگلیوں کے نشانات اُتر آئیں گے۔“

اس نے ایک چھوٹے سے خانے میں سے ایک چوکور شیشہ، گاڑھی سیاہی کی ایک چھوٹی سی ٹیوب، ربڑ کا ایک بیلن اور کچھ دُودھیا سفید کارڈ نکالے۔ اس کے بعد شیشے پر سیاہی کا ایک قطرہ ٹپکا کر اسے بیلن سے سارے شیشے پر پھیلا دیا جس سے شیشے کی سطح ایک بہت پتلی مگر ایک سی تہہ سے ڈھک گئی۔

اس کام سے فارغ ہو کر اس نے ڈارنوٹ سے کہا۔ ”اب آپ اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں اور انگوٹھے شیشے پر جما کر رکھیں پھر کارڈ پر رکھیں۔“

ڈارنوٹ نے ٹارزن کی انگلیاں اور انگوٹھے کے نشان بھی اتروائے پھر اپنی

جیب سے جان کلیٹَن کی ڈائری نکال کر اس کے ورق اُلٹنا شروع کیے۔ چند منٹ بعد ڈارنوٹ ایک صفحے پر رُک گیا جس پر پانچ ننّھے مُنّے دھبّے تھے۔ اُس نے کتاب پولیس افسر کو دے کر پوچھا۔ ”کیا یہ نشان ٹارزن کی انگلیوں کے نشانات سے ملتے ہیں؟“

پولیس افسر نے اپنے ڈیسک میں سے ایک شیشہ نکال کر دونوں نمونوں کو ملایا۔ اب ٹارزن سمجھا کہ ڈارنوٹ اُسے یہاں کیوں لایا ہے۔ وہ کہنے لگا۔ ”آپ بھول رہے ہیں کہ جس بچّے کی انگلیوں کے یہ نشان ہیں، اُس کی لاش اُس کے کیبن میں بیس برس تک پڑی رہی ہے اور میں اسے برابر دیکھتا آیا ہوں۔“

پولیس افسر نے تعجّب سے نظر اُٹھا کر دیکھا اور کہا۔ ”معلوم ایسا ہوتا ہے کہ اِن نشانوں پر کسی بہت بڑے مُقابلے کے فیصلے کا دار و مدار ہے۔ اس لیے میں آپ حضرات سے درخواست کروں گا کہ اس ڈائری کو اس وقت میرے پاس چھوڑ جایئے۔ ہمارے محکمے میں انگلیوں کے نشانات کا ایک

بہت بڑا ماہر ہے۔ وہ باہر گیا ہوا ہے اور چند دِن کے اندر اندر واپس آ جائے گا۔"

ڈارنوٹ نے کہا۔ "میں تو یہ اُمّید لے کر آیا تھا کہ یہ معمّہ جھٹ پٹ حل ہو جائے گا کیونکہ ٹارزن کل امریکہ روانہ ہو رہے ہیں۔"

افسر نے کہا۔ "میں وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کو دو تین دِن کے اندر اندر بتا دوں گا۔ پھر آپ انہیں بحری تار کے ذریعے اطلاع کر دیں۔"

ٹارزن امریکہ میں

ٹارزن امریکہ جا پہنچا اور اس نے بالٹی مور پہنچ کر پروفیسر پورٹر کے مکان پر دستک دی۔ مسٹر فلینڈر نے کواڑ کھولے مگر وہ ٹارزن کو پہچان نہ سکا کیونکہ اُس نے تو اسے ننگے بدن درختوں پر بندروں کی طرح اُچھلتے کودتے دیکھا تھا اور اب وہ انسانوں جیسا لباس پہنے ہوئے تھا۔ ہاں پروفیسر پورٹر نے اُسے پہچان لیا کہ وہ گوریلوں کا بادشاہ ٹارزن ہے۔ مگر وہ حیران تھا کہ اُس میں اتنی زبردست تبدیلی کیسے آگئی۔ ٹارزن نے اُسے ساری داستان سنائی اور پھر یہ خوشخبری سنائی کہ آپ کا کھویا ہوا خزانہ مل گیا ہے اور وہ اس

وقت پیرس کے ایک بنک میں رکھا ہے۔ صندوق پر آپ کا نام لکھا ہوا ہے۔ اگر آپ میرا یہ پرچہ دکھائیں گے تو وہ آپ کو دے دیا جائے گا۔

کچھ دیر تک پروفیسر پورٹر کے منہ سے کوئی لفظ نہ نکلا۔ آخر اس نے کہا۔ ”مسٹر ٹارزن، مجھے آپ کے شکریے کے لیے لفظ نہیں مل رہے ہیں۔ میرے پاس جو کچھ تھا وہ سب اس مہم پر خرچ کر بیٹھا۔ اسی خزانے کو حاصل کرنے کے لیے میں نے اپنی جان جوکھم میں ڈالی تھی مگر افسوس، وہ میرے نصیب میں نہیں تھا۔ خزانے کو دیکھ کر جہاز کے ملّاحوں کی نیّت بگڑ گئی اور۔۔۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ تو آپ کو معلوم ہی ہے۔ اب میرے پاس ایک کوڑی بھی نہیں ہے۔ بالکل کنگال ہو کر رہ گیا ہوں۔“

ٹارزن نے کہا۔ ”آپ کنگال نہیں ہیں۔ اب مہربانی کر کے ایک بات بتائیے۔ جب آپ لوگ اس کیبن میں گئے ہوں گے تو آپ نے وہاں تین پنجر دیکھے ہوں گے۔ ایک مرد کا تھا، دوسرا عورت کا، تیسرا ایک ننّھے بچّے کا تھا۔ آپ نے اُن کو دفن کرنے سے پہلے دیکھا بھالا ہو گا۔ کیا وہ تینوں

انسانی پنجر تھے؟"

"نہیں۔" فلینڈر نے کہا۔ "ننّھا پنجر گوریلے کا تھا۔"

ٹارزن نے اس کا شکریہ ادا کرنے کے بعد جین سے ملنے کی اجازت طلب کی۔ معلوم ہوا کہ وہ اس وقت گاؤں گئی ہوئی ہے جہاں پروفیسر کی تھوڑی سی زمین ہے۔ ٹارزن نے جین کا پتا لیا اور ریل میں بیٹھ کر گاؤں پہنچا۔

پروفیسر کے کھیتوں کے مشرق میں جو گھنا جنگل تھا، اس میں کئی دِن سے آگ لگی ہوئی تھی۔ مگر اس کا رُخ مغرب کی طرف نہیں تھا۔ اس لیے پروفیسر کے کھیت محفوظ تھے۔ مگر دوپہر کو جین گھومنے نکلی تو کچھ دیر بعد آگ آندھی کی وجہ سے مغرب کی طرف بڑھنے لگی اور جب جین نے گھبرا کر گھر کا رُخ کیا تو شعلے تیزی سے پھیلنے لگے۔

اس سے شعلوں کا چکّر کاٹ کر گھر جانا چاہا مگر آگ نے اُدھر بھی اس کا راستہ روک لیا۔ جین کو ایسا نظر آنے لگا جیسے زندہ جل جائے گی۔ اچانک اُس نے کسی کو بڑے زور سے اپنا نام پکارتے سُنا۔ اس نے چیخ کر بتایا کہ وہ

کہاں ہے۔ اس پر ایک مضبوط بازو نے اسے شعلوں سے اُوپر اُٹھا لیا اور اُسے درختوں درختوں لے چلا۔ پھر جب اس نے اس شخص کا چہرہ دیکھا جو اسے اُٹھا کر لے جا رہا تھا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ یہ تو وہی جنگل کا دیوتا ہے۔

اچانک آگ کا رُخ بدل گیا۔ ٹارزن نے جین کو زمین پر اُتار دیا اور دونوں باتیں کرتے ہوئے چلنے لگے۔ جب جین کو معلوم ہوا کہ ٹارزن اور وہ سفید دیو جس نے اس کی جان بچائی تھی، ایک ہی شخص ہے تو اسے بڑی حیرت ہوئی۔ اس نے ٹارزن سے پوچھا کہ وہ افریقہ میں اس کے پاس واپس کیوں نہیں آیا؟ ٹارزن نے اُسے بتایا کہ میں ڈارنوٹ کو وحشیوں سے چھڑا کر اُس کی دیکھ بھال کر رہا تھا۔ جین نے کہا۔ ”میں پہلے ہی جانتی تھی کہ تم اُسے بچاؤ گے۔ مگر میرے ساتھیوں نے میرے بار بار کہنے پر بھی رُکنا پسند نہ کیا۔“

”کیا تم میرا انتظار کر رہی تھیں؟ میں اب حیوان سے انسان بن گیا ہوں اور

تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔"

جین نے بڑے افسوس کے ساتھ ٹارزن کو بتایا کہ اس کی منگنی ولیم سے ہو چکی ہے۔ ٹارزن یہ سُن کر سُن ہو گیا۔ پھر اچانک بولا۔ "تم اس سے شادی نہیں کر سکتیں۔"

جین نے روتے ہوئے کہا کہ میں وعدہ کر چکی ہوں اور اس سے پھِر نہیں سکتی۔ میرے والد کی مرضی بھی یہی ہے۔ میں اُن کا دل نہیں دُکھا سکتی۔ ٹارزن سمجھ گیا کہ وہ جین سے شادی نہیں کر سکتا۔ اب کیا کرے؟ افریقہ واپس چلا جائے؟ مگر اب وہ اس کا گھر نہیں ہے۔ اب وہ ایک مہذّب انسان بن گیا ہے۔ ایک لمحے کے لیے اس کی آنکھوں تلے وہی منظر پھِرنے لگا جب افریقہ میں وہ اور جین پاس پاس بیٹھے پھل کھا رہے تھے۔

وہ خیالوں کی دنیا میں کھویا ہوا تھا کہ اچانک قدموں کی آہٹ ہوئی۔ اُس نے سر اُٹھا کر دیکھا۔ سامنے ولیم کھڑا تھا۔ وہ اپنے باپ (ٹارزن کے چچا) کے مرنے کے بعد اب اس کی ساری جائیداد کا مالک تھا اور نوّاب ولیم

کلیٹَن کہتا تھا۔

ولیم نے ٹارزن سے ہاتھ ملا کر اسے ایک لفافہ دیا اور بولا۔ ”آپ کے نام یہ تار آیا ہے۔“

ٹارزن نے لفافہ کھول کر تار پڑھا۔ پیرس سے ڈارنوٹ نے بھیجا تھا۔ لکھا تھا۔ ”انگلیوں کے نشانوں سے ثابت ہو گیا ہے کہ تم نوّاب جان کلیٹَن کے بیٹے ہو۔ مبارک ہو۔“

ٹارزن سوچ میں پڑ گیا۔ وہ چاہتا تو اپنے باپ کی جائیداد واپس لے سکتا تھا کیونکہ اس کا اصل حق دار وہی تھا۔ آپ نے اُن کو دفن کرنے سے پہلے دیکھا بھالا ہو گا۔

ولیم کہہ رہا تھا۔ ”اتنا موقع ہی نہ ملا کہ ہم تمہارا شکریہ ادا کرتے۔ تم نے ہمارے اوپر جو احسان کیا ہے، ہم مرتے دم تک نہیں بھولیں گے۔ اب تم اپنی کہانی سناؤ۔ تم نے جنگل کی زندگی کیوں اختیار کی اور۔۔۔“

”میں وہیں پیدا ہوا تھا۔“ ٹارزن نے آہستہ سے کہا۔ ”میری ماں ایک گوریلی تھی۔ میں نہیں جانتا کہ میرا باپ کون تھا۔“

یہ کہہ کر اس نے تار کی گولی بنائی اور اُسے زمین پر پھینک دیا۔ اُس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ آئندہ کیا کرنا ہے۔

(ختم شُد)

اس کے بعد کیا ہوا؟ ٹارزن پر کیا گزری؟

جین نے کس کے ساتھ شادی کی؟

یہ جاننے کے لیے ٹارزن کا دوسرا حصّہ

”ٹارزن کی واپسی“

پڑھیے۔ جو پہلے حصّے سے زیادہ دل چسپ اور حیرت انگیز ہے۔